ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
17تا23صفرالمظفر1431ھ/2تا8فروری2010ء

اس شمارے میں

عدلیہ کی آزادی اور دینی جماعتیں

”دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف“

ضربِ توحید اور سیرت محمدی کا مکی دور

ٹرومین اور شاہ عبدالعزیز کی خط وکتابت

سازشیں اور تضادات

طالبان پر حقوق نسواں کی پامالی کا الزام

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی نائب ناظمہ کا دورۂ سیالکوٹ

ندیدے کے تعاقب میں نادیدہ قوتیں

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

اِنسان کا قانون

مظالمِ عالم کا انسداد اس لیے ناممکن ہوگیا ہے کہ قانون پہلے انسان خود ہی بناتا ہے، پھر بھی انسان اس کو جاری کرتا ہے۔ انسان اور خصوصاً دورِ حاضر کا خود غرض، مفاد پرست اور خدا فراموش انسان جب قانون بنائے گا تو وہ قانون اُن قانون ساز اشخاص کی خواہشات اور جذبات کا مظہر ہوگا، جن سے خود قانون ہی منصفانہ نہ بن سکے گا۔ مثال کے طور پر خود اقوام متحدہ کے اسی قانون سے ہماری اس بات کی تصدیق ہوسکتی ہے کہ اقوامِ متحدہ میں بڑی طاقتوں کو ویٹو پاور(VITO POWER) یعنی حقِ تنسیخ دیا گیا، کہ جب کوئی ایسا معاملہ پیش ہو جس کو بڑی طاقتوں میں سے کوئی ایک ناپسند کرے تو وہ اس کو منسوخ کرا سکتا ہے۔ حالانکہ ظالم طاقت ہمیشہ ہی بڑی طاقت ہوا کرتی ہے۔ تو جب اس کے خلاف کوئی کارروائی اس کی رضا مندی کے بغیر پیش نہ ہوسکے گی تو انصاف اور مساواتِ حقوق کی کوئی صورت بھی ممکن نہ ہوسکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا بڑی طاقتوں کی غلامی اور اُن کے مظالم کا کھلونا بن کر رہ گئی ہے، اور مظلوم اقوام کی آواز کو کوئی سننے کے لیے بھی تیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نام تو اقوام متحدہ کا ہے، اور اِس میں دنیا بھر کی اکثر اقوام شامل ہیں، لیکن بڑی طاقتوں کے سوا باقی اقوام کا وجود کالعدم ہے۔

مولانا سید شمس الحق افغانی

الھدیٰ (405)

سورۃ الانفال

(آیات 20تا24)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾
اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ
مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ
اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾﴾

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سنتے ہو۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا مگر (حقیقت میں) نہیں سنتے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں سے بدتر بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ ان میں نیکی (کا مادہ) دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق بخشتا۔ اور اگر (بغیر صلاحیت ہدایت کے) سماعت دیتا تو منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔ مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔ جبکہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے۔ اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے۔“

اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اُس سے روگردانی نہ کرو جبکہ تم سن رہے ہو۔ یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے تمہیں بدر کی طرف جانے کو کہا تھا تو تم پس و پیش کر رہے تھے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے ایک بات آ گئی تھی تو تم میں سے ہر ایک کو ”سمعنا و اطعنا“ کہنا چاہیے تھا یعنی آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ یاد رہے کہ یہاں بھی روئے سخن اُن لوگوں کی طرف ہے جنہوں نے کمزوری دکھائی تھی۔

اور اُن لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں ہم نے سن لیا حالانکہ حقیقت میں وہ سنتے نہیں، اُن کی طبیعت یکسو نہیں ہے۔ اُن کا سُنا ان سنا ہو گیا۔ یقیناً تمام چوپایوں میں اللہ کے نزدیک بدترین وہ لوگ ہیں جو بہرے، گونگے ہیں اور وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہ منافقوں کی طرف اشارہ ہے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ اُن میں کوئی بھلائی پاتا تو انہیں سنا دیتا۔ لیکن اگر اللہ اُنہیں سنا دیتا، پھر بھی وہ پیٹھ پھیر جاتے، اس لیے کہ وہ تو ہیں ہی اعراض کرنے والے۔ ان آیات میں خاص طور پر اُن لوگوں کے لیے تنبیہ ہے جو اس وقت کسی بھی انداز میں پس و پیش کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کفار کے لشکر کی طرف نہیں جانا چاہیے۔

اے اہل ایمان! اللہ کی پکار پر لبیک کہا کرو اور خاص طور پر اُس کے رسول ﷺ کی پکار پر جبکہ وہ تمہیں اُس چیز کی طرف پکارے جس سے تمہیں زندگی ملے۔ تم سمجھ رہے ہو کہ جنگ میں جانے سے موت کا خطرہ ہے۔ حالانکہ جنگ میں شہادت تو اصل زندگی ہے۔ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾﴾ (البقرہ) ”اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔“ رسول ﷺ تمہیں جس چیز کی طرف بلا رہے ہیں وہ تو حقیقی زندگی ہے، روحانی اور معنوی زندگی ہے۔ حیوانوں کی طرح زندہ رہنا تو کوئی زندگی نہیں ہے۔ اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل بھی ہو جایا کرتا ہے یعنی اگر اللہ اور اس کے رسول کی پکار سنی ان سنی کر دی تو پھر اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان پردہ بن جائے گا اور سننے نہیں دے گا۔ آدمی سننے سے معذور ہو جائے گا۔ یہی دلوں پر مہر کر دینا ہے۔ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ﴾ (البقرہ:7) یعنی ”اللہ نے مہر کر دی اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر۔“ سورۃ الانعام میں یہ تنبیہ فرما دی کہ اگر حق سامنے آنے پر پہلی مرتبہ ہی قبول نہ کرو گے تو تمہاری نگاہیں الٹ دی جائیں گی۔ اس لیے یہ بہت احتیاط کا معاملہ ہے۔ دین کا جو بھی معاملہ سامنے آئے اور دل اُس پر گواہی دے کہ یہ بات حق ہے، اگر انسان اُس سے کنی کترائے تو وہیں سے نقد سزا شروع ہو جائے گی، اور قبول حق کی صلاحیت سلب ہو جائے گی۔ پھر اللہ تمہارے اور تمہارے دل کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ یعنی تمہارے دل اور کانوں پر مہر لگا دی جائے گی، اور آنکھوں پر پردے پڑ جائیں گے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ بالآخر تم سب کو اُسی کی طرف جمع کیا جانا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مال کی حرص

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ اَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِیًا مِنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَادِیَانِ، وَلَنْ یَّمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ)) (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر ابن آدم کو ایک وادی سونے کی مل جائے تو وہ چاہے گا کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں۔ اس کے منہ کو تو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے اور توبہ کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے“۔

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عدلیہ کی آزادی اور دینی جماعتیں

’’کفر سے حکومت چل سکتی ہے ظلم سے نہیں‘‘ یہ مقولہ حضرت علی ؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عدل کی فرماں روائی میں بُرائی کا پنپنا انتہائی مشکل ہے۔ عدل معاشرے میں ایسی جان اور توانائی پیدا کر دیتا ہے اور معاملاتِ زندگی کو اتنا عیاں اور روشن کر دیتا ہے کہ بددیانتی اور خیانت جو ظلم کے باطن اور بیج کی حیثیت رکھتے ہیں، نشوونما ہی نہیں پا سکتے۔ دو تلواروں کا ایک نیام میں سمانا اور دو بادشاہوں کا ایک ریاست کا حکمران ہونا یقیناً ناقابل فہم ہے، لیکن ظلم کا اچھائی نیکی اور تقویٰ کے ہمرکاب ہونا بالکل ہی ناممکن ہے اور یہ آگ اور پانی کے ملاپ سے بھی زیادہ انوکھا اور ناقابلِ قبول ہے۔ کوئی گناہ یا برائی ظلم سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہوتی اور کوئی نیکی عدل سے زیادہ دور نہیں ہوگی۔ قرآن پاک کے عام قاری کے لیے بھی یہ سمجھ لینا زیادہ مشکل نہیں کہ شرک نظریاتی گناہوں میں سے بدترین ہے اور اللہ رب العزت کے ہاں انتہائی قابل نفرت گناہ ہے۔ پروردگارِ عالم نے اپنے مبارک کلام میں اسے ظلمِ عظیم قرار دیا ہے یعنی جب کوئی انسان شرک کا ارتکاب کرتا ہے تو گویا یہ شخص عدل کے تقاضوں کو بدترین انداز میں رد کرتا ہے۔

1947ء میں جب سب سے زیادہ مسلمانوں کی آبادی کا ملک دنیا کے نقشہ پر اُبھرا تو توقع بلکہ یقین تھا کہ اس ملک میں عدل وقسط کا دور دورہ ہوگا، کیونکہ یہ اسلام کے مقدس نام پر بننے والی مدینہ کے بعد پہلی ریاست تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ عدل اور اسلام کو الگ الگ کرنے کا تصور بھی احمقانہ ہوگا۔ پاکستان کی بانی جماعت اگر عدل کا دامن تھام لیتی تو ملک میں اسلامی نظام کا قیام اس کا لازمی نتیجہ ہوتا اور اگر آغاز میں ہی اسلامی نظام کا قیام ایک اعلان کی صورت میں آ جاتا تو اس کا کیچ ورڈ ’’عدل‘‘ حکومت کی کارکردگی میں مرکز ومحور ہوتا۔ یہی اُس کا عملی ثبوت ہوتا۔ کوئی اسے بدقسمتی، بدنصیبی اور بدبختی کہے، ہم اسے اپنی بدنیتی اور بددیانتی بھی کہیں گے کہ ہم اس ملکِ خداداد میں عدل وقسط کا نظام قائم نہ کر سکے۔ اب 60 سال کے بعد اللہ اللہ کر کے عدلیہ آزاد ہوئی ہے، لیکن ابھی عدلیہ حکومتی شکنجہ سے آزاد ہوئی ہے۔ یہ کہنا قبل از وقت ہوگا کہ عدلیہ سے عدل کا ظہور ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اس کا فیصلہ وقت کرے گا جو خود بہت بڑا جج ہے۔ فی الحال تو جج حضرات اپنے آپ سے عدل کر رہے ہیں۔ تمام عدلیہ کو مشرفیات سے پاک کر دیا گیا ہے۔ موجودہ حکومت جو چیف جسٹس کو بحال کرنے پر راضی نہیں ہو رہی تھی، اُس کے خلاف NRO کا فیصلہ بھی آ چکا ہے۔ ایک خاص تاریخ کے بعد PCO حرام قرار دیا گیا ہے۔ ہم نے اُن کے ان اقدام کا ذکر منفی انداز میں نہیں کیا۔ ہم تو خود گناہ گار اور خطا کار ہیں، اس لیے توبہ کرنے والوں کے لیے بڑے مثبت اور اچھے خیالات رکھتے ہیں۔ البتہ صاف صاف بات یہ ہے کہ جس سحر کے ہم منتظر ہیں، اُس کی پو پھٹتے نظر نہیں آتی۔ وکلاء کی تحریک ایک سیکولر تحریک تھی اور ایک فوجی آمر کی ذات پر فوکس تھی۔ فوجی آمر منظر سے غائب ہوا تو اُن کے اختلافات بلکہ باہمی انتشار سامنے آ گیا۔ پھر یہ کہ فوجی آمر کی شکست اور چیف جسٹس کی بحالی نے جو اُنہیں بڑی کامیابی دی تھی وہ اِس سے ایسے بہکے کہ دنیا انگشت بدنداں ہے۔ وہ قانون کے محافظ بننے کی بجائے قانون کو اپنا غلام اور تابع بنانا شروع ہو گئے۔ پھر یہ کہ اُن میں سے جو مخلص بھی تھے وہ صرف آئینِ پاکستان سے مخلص تھے،

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — 17 تا 23 صفر المظفر 1431ھ — 2 تا 8 فروری 2010ء — شمارہ 06

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود - ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

آئینِ خداوندی سے اُنہیں کوئی سروکار ہی نہ تھا۔ ان وکلاء کا تو یہ حال ہے کہ انہیں اس آئین کی دفعہ 62F اس لیے قبول نہیں کہ اس میں حکمرانی کے لیے "امین" ہونے کی شرط ہے، جو ایک اسلامی اصطلاح ہے۔ لہٰذا وکلاء تحریک کے نتیجہ میں آزاد ہونے والی عدلیہ 1973ء کے آئین کے فریم ورک میں ہی عدل بروئے کار لائے گی جو اگرچہ غنیمت ہے لیکن یہ ہرگز ہرگز ہماری منزل نہیں۔

ہم تمام اسلامی جماعتوں اور ملک وملت کا درد رکھنے والے افراد سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وکلاء کی ایک محدود تعداد اپنے ایک محدود مشن کے لیے اتنی زبردست تحریک برپا کرسکتی ہے، کہ سیاسی جماعتیں اپنی بقا کے لیے اُن کا ساتھ دینے پر مجبور ہوجاتی ہیں تو ہمارے راستے میں کیا مشکلات ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم اگر پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کی جدوجہد خلوص، لگن اور زندگی کا مِشن بنا کر کریں تو باطل نظام کے رکھوالے اس جدوجہد کا مقابلہ کرسکیں گے؟ پھر یہ کہ وکلاء کا ہدف چیف جسٹس کی بحالی تھی۔ وہ کامیاب ہوگئے۔ وہ ناکام بھی ہوسکتے تھے۔ ہماری ناکامی کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ ہم اپنی زندگیاں اگر اس مشن میں کھپا دیتے ہیں تو دنیا میں اس کا انجام کیا ہوتا ہے، کامیابی یا ناکامی، ہمیں اس کی زیادہ پروا نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارا ایمان یہ ہونا چاہیے کہ اُخروی کامیابی تو یقینی اور حتمی ہے۔ ہم تو ہر جمعہ منبرِ رسولؐ سے یہ کہتے ہیں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ مومن کی کاوشوں کا نتیجہ کامیابی کے سوا کچھ ہوتا ہی نہیں۔ دنیا میں بھی کامیاب ہوجائے تو سونے پر سہاگہ ہے۔ اے کاش، ہم سمجھ جائیں۔ اے کاش، ہم جو کہتے ہیں خود اُس پر ایمان لے آئیں۔ اے کاش، ہم قرآن کی اُن آیات کی محض تلاوت ہی نہ کریں بلکہ دل کی گہرائیوں سے اُن پر ایمان لے آئیں جن میں وہ اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو ہدایت اور سیدھے راستے کی گارنٹی دیتا ہے۔ اس مقدس مشن کی تکمیل کے لیے تمام دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا ہوگا۔ اے کاش، ہم اللہ کے پسندیدہ دین کے نفاذ کے لیے اپنی پسندیدہ چیزیں، خواہشات اور اپنی انانیت قربان کرسکیں، اے کاش اے کاش!!

مجھے دوست چھوڑ دیں کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے، مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

بقیہ: ضربِ توحید اور سیرتِ محمدیؐ کا مکی دور

کامیابی تھی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عزم وہمت، اولوالعزمی، استقلال اور صبر میں جیت گئے اور پھر اللہ کا اٹل قانون حرکت میں آگیا:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ (سورۃ بقرہ:214)

"پھر کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے، جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے"۔

اور پھر اللہ کی مدد ملک الجبال کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ فرشتے نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی اگر وہ چاہیں تو طائف والوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے۔ یہ وہ مرحلہ تھا جب رسول اکرم ﷺ نے صبر کی انتہا کردی، جب انہوں نے فرشتے کو جواباً فرمایا نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔ بس یہی محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح تھی۔

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور" میں

7 رفروری 2010ء بروز اتوار نماز عصر
تا 13 رفروری بروز ہفتہ نماز ظہر

ملتزم تربیت گاہ

منعقد ہو رہی ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

برائے رابطہ: 042-36316638-36366638
0333-4311226

ہمارے خلاف دشمنوں کی سازشیں آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہیں۔ ہماری زبوں حالی اسلام سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہے۔ اللہ کے دیے گئے نظامِ زندگی کو اپنا کر ہم اللہ کی روٹھی رحمت کو اب بھی منا سکتے ہیں، اور عالمی قوتوں کی سازشوں کا توڑ کر سکتے ہیں۔ آیئے، دنیا پرستی کی روش کو ترک کر کے قرآن کی اس پکار پر لبیک کہیں کہ

’دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف!‘

یہی راہ نجات ہے

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 22 جنوری 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے دو اجتماعات جمعہ سے سورۃ الحدید ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس کی آیت 16 کے حوالے سے میں نے عرض کیا تھا کہ اس میں اہل پاکستان کے لیے بڑا سبق ہے۔ اس وقت عالمی قوتیں امریکہ، بھارت، اسرائیل اور برطانیہ مل کر پاکستان کے خلاف سازشوں میں لگی ہوئی ہیں۔ اُسے کمزور سے کمزور تر کرنا، اس کے حصے بخرے کرنا، اور اُسے ایٹمی صلاحیت سے محروم کر دینا اُن کے ایجنڈے کا حصہ ہے۔ بلکہ بظاہر ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اُن کی پلاننگ اب آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ ہمارے اخبارات میں بے شمار کالم ایسے شائع ہو رہے ہیں جن میں صاف کہا جا رہا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کی جو وارداتیں ہو رہی ہیں، اُن میں بلیک واٹر ملوث ہے، اور اُسے سی آئی اے، را، موساد سپورٹ کر رہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ نے اپنے مذموم مقاصد کے لیے اس ملک کو اپنی چراگاہ بنایا ہوا ہے۔ اب پہلی مرتبہ پاکستان نے تھوڑا سا سٹینڈ لیا ہے کہ ہم امریکی دباؤ میں شمالی وزیرستان میں آپریشن نہیں کریں گے، تو امریکہ کے کان کھڑے ہو گئے ہیں۔ دراصل ہماری تحقیقاتی ایجنسیاں ان حقائق تک پہنچ چکی ہیں کہ ہمارے ہاں ہونے والی دہشت گردی کی وارداتوں کے پیچھے انڈیا کا ہاتھ ہے، اور اس کی پشت پناہی امریکہ کر رہا ہے۔ امریکہ ہی ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپ رہا ہے۔ یہ صورتحال ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ کیا ان حقائق کے بعد بھی ہم نہیں جاگیں گے؟ کیا اب بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں گی؟ کیا ہم اب بھی اپنے اصل دشمن کو نہیں پہچانیں گے؟ کیا اُس کے مقابلے میں اللہ کی مدد اور نصرت کے حصول کے لیے اسلام کی طرف قدم نہیں بڑھائیں گے؟

حقیقت پسندی کا تقاضا ہے کہ ہم یہ جائزہ لیں کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ آج ہم کیوں اتنے ذلیل و خوار ہیں؟ اللہ کی مدد ہم سے کیوں روٹھی ہوئی ہے؟ اس کی وجہ اللہ کی ناشکری ہے۔ سورۃ النحل میں فرمایا گیا:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾﴾

"اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی۔ ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا۔ مگر اُن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اُن کے اعمال کے سبب اُن کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزا چکھا دیا۔"

یعنی جب لوگ اللہ کی نعمت کی ناقدری کریں، اُس کے دین کو بھلا کر دنیا داری اور ہوس پرستی کو اپنا شعار بنا لیں تو اللہ کی طرف سے اُن پر بھوک اور خوف کی صورت میں عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ ہم نے بحیثیت قوم اللہ کے دین سے بے وفائی کی ہے۔ ہم اسلام کا نام تو بہت لیتے ہیں، مگر ہمارا طرز عمل اس کے یکسر خلاف ہے۔ ہم نے اللہ کو رب مانا تو ہے، مگر اُس کی مرضی پر چلنے کو تیار نہیں۔ جو راستہ اللہ نے بتایا ہے، اُس کو اختیار نہیں کرتے۔ اللہ نے جو رہنمائی دی ہے، اُس کو پس پشت ڈال کر ہم زمانے کے طور طریقوں کو اپنا رہے ہیں۔ ہم عشق رسولؐ کے بڑے دعوے کرتے ہیں، مگر آپؐ کی شان میں متعصب عیسائی اور غلیظ یہودی گستاخی کر کے آپؐ کے توہین آمیز خاکے شائع کرتے ہیں، تو ہم صرف احتجاج پر اکتفا کر کے رہ جاتے ہیں۔ مسلمان ممالک اُن سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع نہیں کرتے۔ پہلے ڈنمارک نے یہ شیطانی حرکت کی تھی۔ اب ناروے نے یہ جسارت کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی ابلیسی حرکتوں سے آپؐ کے مقام بلند پر کوئی فرق نہیں آتا۔ آپؐ کی عظمت کا تو ساری دنیا اعتراف کرتی رہی ہے۔ البتہ اس سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کی نگاہ میں ہماری کیا حیثیت ہے۔ اُن کے یہ اوچھے ہتھکنڈے ہماری ذلت و رسوائی کا مظہر ہیں۔ وہ تعدی کے انداز میں ہمیں بتا رہے ہیں کہ ہم تمہاری محبوب ہستی کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں اور تم ڈیڑھ ارب ہونے کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہماری نظر میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے اصل دشمن کو پہچانیں، اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں، اللہ کی جناب میں سچی توبہ کریں۔ اُس کی

> زمین پر شیطانی قوتوں کا نظام ظلم کی سب سے بڑی صورت ہے۔ یہ انتہائی غیر مہذب، ظالمانہ اور استحصالی نظام ہے، خواہ بظاہر یہ کتنا ہی خوشنما دکھائی دے

نصرت اور رحمت کو حاصل کرنے کے لیے اُس کے دین اور نظام زندگی کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اختیار کریں۔ اِسی سے ہم امریکہ اور یہود و ہنود کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

دین کے راستے میں آگے بڑھنے میں رکاوٹ دنیا اور مال و دولت کی محبت ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جب اللہ کو رب مان لیا ہے، تو اب اُس کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرو، اُس کی راہ میں اپنی جان، مال اور وقت کا انفاق کرو۔ لیکن دنیا کی محبت بسا اوقات اس راہ میں پاؤں کی بیڑی بن جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے آدمی آگے نہیں بڑھ پاتا، بلکہ بہانے اور عذر تراشنے لگتا ہے۔ ایمان کے عملی تقاضوں سے گریز کرتا ہے۔ اس روش کا انجام دنیا و آخرت کا خسارہ ہے۔ اس لیے کہ ایسے لوگ اپنے حقیر ذاتی مفادات کے لیے دین کو قربان کر دیتے ہیں۔ افسوس کہ ہمارا بھی معاملہ ہے۔ ہم نے گزشتہ آٹھ سالوں میں امریکہ کے دباؤ پر ہر چیز کو قربان کر ڈالا۔ ہم نے "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ لگایا۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اسلام ہماری ترجیح نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ نعرہ لگانے والوں کی ترجیح ملک بھی نہیں تھا، ترجیح اپنی ذات اور اپنا مفاد تھا۔ وہ "سب سے پہلے میں، میری کرسی، میرے مفادات" کے چکر میں تھے۔ بہرکیف ہم جس زبوں حالی کا شکار ہیں یہ سب ہماری دنیا پرستی کا نتیجہ ہے۔ سورۃ الحدید کی آیت 20 میں دنیا کی حقیقت سمجھائی گئی کہ اس دھوکے کے سامان کے پیچھے پڑ کر اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ یہ تو کچھ مظاہر ہیں، جن سے گزر کر آدمی اپنی اصل منزل آخرت تک پہنچ جاتا ہے۔

﴿اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ﴾

"جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (و ستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے۔"

اس آیت میں انسانی زندگی کے مختلف ادوار بیان کر کے دنیا کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ حیات دنیوی کا پہلا دور بالکل ابتدائی بچپن ہے۔ اس میں زندگی "کھیل کود" سے عبارت ہوتی ہے۔ اس کو یہاں "لعب" کہا گیا۔ پھر کچھ وقت کے بعد اس کھیل کود میں تفریح کا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔ شعر و شاعری، آوارگی، سینما بینی کی طرف رجحان ہو جاتا ہے۔ یہ "لھو" کا مرحلہ ہے۔ اس کے بعد جو مرحلہ آتا ہے، اُس میں انسان زیب و زینت کا بہت خیال رکھتا ہے۔ اپنے لباس اور بالوں کی تراش خراش پر خصوصی دھیان دیتا ہے۔ اس دور کو "زینۃ" کہا گیا ہے۔ اس سے اگلا مرحلہ زندگی وہ ہے، جس میں آدمی ایک دوسرے سے اظہار فخر کرتا ہے۔ اُس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ معاشرے میں نمایاں ہو۔ اُسے کسی انجمن کی سربراہی مل جائے، کونسلری حاصل ہو جائے، صوبائی یا قومی اسمبلی میں نشست مل جائے۔ اس کے لیے وہ پیسہ لگاتا ہے، اور سخت تگ و دو کرتا ہے۔ اس دور کو "تفاخر بینکم" کے الفاظ کے ذریعے واضح کیا گیا۔ اگلا مرحلہ بڑھاپے کا ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں انسان میں لالچ اور طمع رہ جاتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میرے پاس مال کی بہتات ہو، میرے زیادہ سے زیادہ پوتے اور نواسے ہوں۔ انسان خواہ دنیا کے کسی بھی خطے کا ہو، وہ انہی مراحل سے ہو کر گزرتا ہے۔ ہاں جسے اللہ ہدایت دے دے، جسے یہ بات سمجھ میں آ جائے کہ میری منزل دنیا نہیں، آخرت ہے، اُس کی کوشش اور ساری تگ و دو آخرت کو سنوارنے کے لیے ہوتی ہے۔ آخرت ہی اُس کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کسی طرح آخرت کے خسارے سے چھٹکارا مل جائے۔

آیت کے اگلے حصے میں دنیا کی زندگی کو ایک کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

﴿کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطٰمًا ؕ﴾

پریس ریلیز 22 جنوری 2010ء

حافظ عاکف سعید

ناروے کے اخبار میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اُمتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے

رچرڈ ہالبروک کی جھڑکیاں اس بات کا اظہار ہیں کہ امریکا ہمیں اپنا دوست نہیں، غلام سمجھتا ہے

امریکی وزیر دفاع نے بھارت کی خوشنودی کے لیے پاکستان کو جس طرح دھمکایا ہے اس سے امریکا کا خبث باطن بالکل کھل کر سامنے آ گیا۔ قبل ازیں رچرڈ ہالبروک کی جھڑکیاں اس بات کا اظہار ہیں کہ امریکا ہمیں اپنا دوست نہیں غلام سمجھتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس میں اب کوئی شک نہیں رہا کہ امریکا، اسرائیل اور بھارت وطن عزیز کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش پر عمل پیرا ہیں۔ انہوں نے کہا مقام شکر ہے کہ حکومت نے پہلی بار امریکہ کے ڈو مور کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے نہ صرف پانچ سو ویزے دینے سے انکار کیا ہے بلکہ شمالی وزیرستان میں بھی آپریشن شروع نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ ہم امریکی سازشوں کو پہچانیں کہ اس خطے میں اس کا ہر عمل ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اب حکومت کو ڈرون حملوں کے حوالے سے بھی امریکا پر واضح کر دینا چاہیے کہ یہ حملے فی الفور بند کیے جائیں ورنہ پاکستان ان ڈرون طیاروں کا قبرستان ثابت ہوگا۔ حافظ عاکف سعید نے مزید کہا کہ ڈنمارک کے بعد اب ناروے کے ایک اخبار نے گستاخانہ خاکے شائع کر کے اس کی خاتون ایڈیٹر نے جس طرح مسلمانوں کو للکارا ہے کہ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، یہ ہمارے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ گستاخانہ خاکے شائع کرنے کو وہ اپنی آزادی قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کی آزادی کا یہ نعرہ ڈبل سٹینڈرڈ کا شکار ہے۔ وہاں ہولوکاسٹ کے حق میں کوئی ایک جملہ نہیں کہہ سکتا۔ ایک طرف وہ اپنے لیے ہر طرح کی مادر پدر آزادی کے قائل ہیں لیکن مسلم خاتون کو حجاب لینے نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا کہ ان گستاخانہ خاکوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے ضرور کیے جائیں۔ حکومت سے ان ممالک کے ساتھ سفارتی و تجارتی تعلقات کے انقطاع کا مطالبہ اور ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ بھی ہونا چاہیے۔ لیکن اگر ہم دین کو قائم کر لیں تو جس طرح ماضی میں ایک مسلمان خاتون کی دہائی پر خلیفۂ وقت نے محمد بن قاسم کو سندھ کے راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے بھیجا تھا، اس طرح ہم بھی عالم کفر کو جواب دینے کے قابل ہو سکیں گے اور پھر کسی کو عالم اسلام کے خلاف سازشوں کی جرأت نہ ہو گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

"(اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی) اُگتی (اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے۔ پھر وہ خوب زور پر آتی ہے۔ پھر (اے دیکھنے والے) تو اُس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے۔ پھر چُورا چُورا ہو جاتی ہے۔"

انسانی زندگی اور ایک فصل کی زندگی میں بڑی مشابہت ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ انسان کا لائف سرکل ساٹھ ستر سال کو محیط ہوتا ہے، جبکہ ایک فصل چند ماہ میں تیار ہو جاتی ہے۔ جس طرح ایک فصل چند ماہ بعد کاٹ لی جاتی ہے، اسی طرح انسان بھی اپنی عمر پوری کر کے پیوند خاک ہو جاتا اور آخرت کی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ انسان کتنا بھی جی لے بالآخر اُس پر موت آتی ہے۔ دنیا کی یہ زندگی عارضی اور ناپائیدار ہے۔ یہ انسان کی بڑی کوتاہ نظری ہے کہ اس کو بنانے سنوارنے میں اپنی تمام توانائیاں لگا دے اور اپنی اصل منزل کو فراموش کیے رکھے۔ افسوس کہ عام طور پر انسانوں کا یہی معاملہ ہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی اے کیا، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

آیت کے آخری حصے میں فرمایا:

﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ⑳﴾

"اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لیے) خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دُنیا کی زندگی تو متاعِ فریب ہے۔"

اس حیات ناپائیدار کا مختصر وقفہ بالآخر ختم ہونا ہے۔ یہاں جب ہماری آنکھ بند ہوئی تو ہم قبر میں ہوں گے اور جب آنکھ کھلے گی تو میدان محشر میں کھڑے ہوں گے جو کہ اصل زندگی اور دارالجزا ہے۔ وہاں ہماری ساری دنیاوی کارگزاری کا نتیجہ سامنے آ جائے گا۔ انسان کے دو ہی ممکنہ انجام ہوں گے: یا تو اُسے عذاب شدید کا سامنا کرنا پڑے گا کہ اُس نے دنیا میں سرکشی کی تھی، یا پھر اس کے لیے مغفرت اور اللہ کی رضا ہو گی۔ دنیا کی زندگی کے یہ دو ممکنہ انجام بتا کر قرآن نے ایک مرتبہ پھر یہ بات واضح کر دی کہ دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔ یہ تمہیں اپنے اندر الجھا دیتی ہے۔ تم دنیا اور اُس کے مسائل ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتے ہو۔ حالانکہ تمہارا مسئلہ یہ دنیا نہیں، آخرت کی کامیابی ہے۔ دنیا میں اگر کسی کو زیادہ ملا ہے تو یہ آزمائش کے لیے ہے اور اگر کسی کو کم دیا گیا ہے تو یہ بھی امتحان کے لیے ہے۔ دنیا کی کامیابیاں اور ناکامیاں سب آزمائش و امتحان ہیں۔ دراصل ہم پوری زندگی کمرۂ امتحان میں ہیں۔ لہٰذا یہ بڑی نادانی کی بات ہو گی کہ ہم اس امتحانی وقفے کو اپنی اصل منزل سمجھ بیٹھیں اور اپنے اصل مقصد کو بھلا دیں۔ دانشمندی یہ ہے کہ اپنے اصل مستقبل آخرت کو سنوارنے کی فکر کی جائے۔ سورۃ الحشر آیت 18 میں فرمایا گیا: "اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور تم میں سے ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل (آخرت) کے لیے کیا سامان آگے بھیجا ہے۔"

اسلام یہ کہتا ہے کہ جب اللہ کو رب مان لیا ہے، تو اب اُس کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرو، اُس کی راہ میں اپنی جان، مال اور وقت کا انفاق کرو۔ لیکن دنیا کی محبت بسا اوقات اس راہ میں پاؤں کی بیڑی بن جاتی ہے

آیت 20 میں دنیا کی حقیقت واضح کرنے کے بعد اگلی آیت میں فرمایا:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ﴾

"(بندو) دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی (طرف) جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے، اور جو اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں۔"

مقابلہ انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اسی لیے تو دنیا میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ لیکن یہاں واضح کیا جا رہا ہے کہ تمہارا مقابلہ دنیا کمانے میں نہ ہو۔ اللہ کی مغفرت کے حصول اور جنت کمانے میں ہونا چاہیے۔ یہ ٹھیک ہے، تم دنیا کی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی کوشش کرو، اولاد کے لیے روزی روٹی کی فکر کرو، مگر اس کام میں اللہ کے احکامات تمہارے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ دنیا میں تم جو بھی قدم اُٹھاؤ، وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر تم اس مختصر سی زندگی اللہ کی مرضی کو اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دائمی زندگی میں جنت عطا فرمائے گا۔ تم یہاں پانچ دس مرلے کے مکان کے لیے ہلکان ہوتے ہو، مکان بنا بھی لو تو بسا اوقات اس میں رہنا تمہیں نصیب نہیں ہوتا کہ اللہ کی طرف سے بلاوا آ جاتا ہے۔ لیکن اگر تم اللہ کے احکامات کے مطابق چلو، اور اُس کی خوشنودی کا خیال رکھو تو تمہیں وہ جنت ملنے والی ہے، جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے۔ یہ جنت اللہ نے تیار ہی ایمان والوں کے لیے کی ہے۔ ایمان کا ایک اہم تقاضا جہاد ہے۔ اللہ کے وفادار بندوں سے ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے قیام کے لیے باطل سے پنجہ آزمائی کریں۔ دھرتی رب کی ہے مگر ابلیس کے ایجنٹوں نے اس پر قبضہ بھی کر رکھا ہے۔ وہ رب کے نظام کو قائم نہیں ہونے دیتے۔ انہوں نے دنیا بھر میں سودی معیشت کا جال بچھا رکھا ہے۔ وہ انسانیت کو لباس حیا سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ اُن کا ہدف بالخصوص مسلم معاشرے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے گھر گھر کو بے حیائی کی آماجگاہ بنانا چاہتے ہیں۔ زمین پر ان شیطانی قوتوں کا نظام ظلم کی سب سے بڑی صورت ہے۔ یہ نظام جو اللہ کی شریعت سے متصادم ہے، طاغوتی نظام ہے۔ یہ انتہائی غیر مہذب، ظالمانہ اور استحصالی نظام ہے، خواہ بظاہر یہ کتنا ہی خوشنما دکھائی دے۔ اس نظام کی ظلمت کا اس سے بڑھ کر اور مظہر کیا ہو سکتا ہے کہ آج مغربی دنیا میں ایک عورت اگر بغیر کپڑوں کے گھومے پھرے تو اہل مغرب کو کوئی پریشانی نہیں، مگر ایک مسلمان عورت کا سر پر حجاب لینا انہیں کسی طور گوارا نہیں۔ وہ بظاہر مذہبی رواداری اور احترام آدمیت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، مگر اُن کا خبث باطن توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ بہرحال اس طاغوتی و استحصالی نظام اور اُس کی علمبردار باطل قوتوں کے خلاف اہل ایمان کو جنگ کرنی ہو گی۔ یہ اُن کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین حق کے غلبے کے لیے اپنا تن من دھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆☆☆

ضربِ توحید اور سیرتِ محمدی ﷺ کا مکی دور

مدثر رشید

دین کا کام کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ آج اگر کوئی بتوں کا ابطال کرتا ہے یا اس سے آگے بڑھ کر موجودہ دور میں بتوں سے مشابہ قبروں کی پوجا سے روکتا ہے تو حکمران طبقات ایسے کسی گروہ سے خطرہ محسوس نہیں کرتے۔ کیا وہ نظریۂ توحید جو انبیاء و رسل (علیہم السلام) نے پیش کیا آج کے حکمران طبقات کو قابلِ قبول ہے؟

آج سیاست شخصی حکومت یا مذہبی سیادت کی بجائے عوامی ہو گئی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں پہلے حکومت کسی شخصیت یا مذہبی گروہ کے پاس ہوا کرتی تھی جب کہ اب یہ عوام کی منتخب کردہ پارلیمنٹ کو منتقل ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کسی سربراہ مملکت کو اس کی اخلاقی برائیوں پر کتنا ہی ٹوکیں یا کسی مذہبی گروہ کی تولیت میں کسی مزار یا بت کو کتنا ہی برا بھلا کہیں، حکمران طبقے کو اس سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ گویا اب طاقت کا سرچشمہ عوامی ووٹ سے حاصل کی گئی نشستیں ہیں۔ لیکن سیاسی ڈھانچہ چاہے کوئی بھی ہو حکومتیں جو اللہ کے دیے ہوئے قانون و شریعت کو بالادست نہیں مانتیں، وہ کل بھی طاغوت تھیں اور آج بھی طاغوت ہیں اور ضربِ توحید کی زد ان پر جس طرح کل پڑتی تھی آج بھی پڑنی چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں موجودہ دور انسانی تاریخ میں موجود ادوارِ جاہلیت سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ عرب میں 360 بت تھے تو یہاں پارلیمنٹ کی 342 سیٹیں ہیں، وہاں بتوں کے متولیوں کے پاس ملک کی سیاست، معیشت و معاشرت تھی تو آج یہ ان سیٹوں پر منتخب ہونے والے سرمایہ داروں (Capitalists)، جاگیرداروں (Feudals) یا پھر مزدوروں (Socialists) کے پاس ہے۔ کل طاقت فرعون و نمرود کی شخصیتوں میں مرکوز تھی تو آج آمروں اور ملوک کے پاس ہے۔ کل یہ بنی اسرائیل کے احبار و رہبان کے پاس تھی تو آج کسی ملائیت کے پاس ہے۔ اس حقیقت کو قرآن کی اس آیت کی تشریح میں رسول اکرم ﷺ نے بالکل واضح فرمادیا ہے:

﴿اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭسُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾﴾ (التوبہ)

”انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں“۔

بحوالہ ترمذی شریف، عدی بن حاتم ؓ جو کہ پہلے عیسائی تھے جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے آنحضورؐ سے دیگر سوالات کے ساتھ یہ سوال بھی کیا تھا کہ اس آیت میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالینے کی جو بات کہی گئی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جو یہ حرام قرار دے دیتے ہیں تم اس کو حرام مانتے ہو اور جو یہ حلال قرار دیتے ہیں تم اس کو حلال مانتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا، ہاں یہ ہم ضرور کرتے رہے ہیں۔ اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بس یہی ان کو رب بنالینا ہے۔

ایک اور بات جو اس آیت سے ظاہر ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احبار و رہبان کے رب بنانے کو عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنانے سے مشابہ قرار دیا ہے۔ تو کیا اب اس وضاحت کے بعد بھی کوئی شک کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ کیا غیر اللہ کو حلال و حرام کا اختیار دینا پہلے شرک تھا تو اب نہیں ہے؟ تو کیا وجہ ہے آج مسلمانوں کے نزدیک عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنانا تو بدترین شرک ہے، لیکن پارلیمنٹ کے اراکین کو ماورائے شریعت قانون سازی کا حق دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا صریحاً انکار نہیں کیا تھا، بلکہ ایک ایسا اصول تسلیم کرلیا تھا جس سے اللہ تعالیٰ کی چند صفات مثلاً الحکم، العدل، ملک، مالک الملک وغیرہ کا انکار ہو رہا تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو شرک کا مرتکب قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا ہی انکار کردیا جائے یا کوئی ایسا اصول تسلیم کرلیا جائے جس سے کسی صفت کا انکار ہوتا ہو، تو چاہے باقی تمام صفات کو ان کے صحیح مفاہیم کے ساتھ تسلیم بھی کرلیا جائے، تو اللہ تعالیٰ کو ایسی توحید قبول نہیں۔

اس مؤقف کو بھی مان لیا جائے کہ دین کا کام کرنے والوں کا الیکشن میں حصہ نہ لینا طاغوتی قوتوں کے مضبوط ہونے کا موجب بن سکتا ہے، تو کیا دینی جماعتوں پر ان کی ذمہ داریاں واضح ہیں؟ کیا صرف حکومت حاصل کرنے کے لئے کسی ایسی جماعت یا آمر سے گٹھ جوڑ کرنا، جس کے منشور میں نفاذ دین سرے سے ہے ہی نہیں، اسی بدترین شرک میں حصہ ڈالنے کے مترادف نہیں؟ جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے جب مطلوب اللہ کی رضا کی خاطر اس کے دین کا نفاذ ہے تو پھر جماعت کا ایسے سمجھوتے کرنا طاغوت کا ساتھ دینے اور دین کا کام کرنے والوں کی اخلاقی ساکھ تباہ کرنے کے مترادف نہیں۔ پھر کیا الیکشن میں حصہ لینے والے مسلمان ووٹروں پر بھی ان کی ذمہ داری واضح ہے کہ نہیں؟ کیا ایسی جماعت کو ووٹ دینا جس کے منشور میں نفاذ دین سرے سے ہے ہی نہیں، اس طاغوت کی مدد کرنے اور بدترین شرک میں حصہ ڈالنے کے مترادف نہیں؟ اس سوال کے جواب میں کہ مسلم ممالک میں کچھ سیاسی جماعتیں نفاذ اسلام کی حامی ہیں جبکہ کچھ نفاذ اسلام نہیں چاہتیں، تو ایسے نمازی مسلمان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جو ایسی جماعت کو ووٹ دے جو نفاذ اسلام نہیں چاہتی؟ سعودی عرب کے مشہور آن لائن فتویٰ بینک (www.islam-qa.com) کے مندرجہ ذیل فتویٰ کے اقتباسات آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں جس کا سائٹ پر نمبر 107166 ہے:

”ایسے ملک کے مسلمانوں کو جہاں شریعت نافذ نہیں، اس مقصد کے حصول کے لئے حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے۔ اور ان سب کو مل جل کر یہ کوشش کرنی

چاہیے کہ وہ ایسی جماعت کا بھرپور ساتھ دیں، جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ شریعت نافذ کرے گی۔ رہی بات ایسی جماعت کی جو نفاذ شریعت کی قائل نہیں تو اس کی مدد کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ ایسا کرنا کفر تک بھی پہنچا سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (ترجمہ) ''پس اے محمد ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تم کو فتنے میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔ پھر اگر یہ اس سے منہ موڑیں تو جان لو کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی پاداش میں ان کو مبتلائے معصیت کرنے کا ارادہ ہی کر لیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر فاسق ہیں۔ تو پھر کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے''۔ (المائدہ:49،50)

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ وہ لوگ جو شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے کفر کے مرتکب ہیں، تو اس نے ایسے لوگوں کی مدد کرنے، ان کا ساتھ دینے اور ان کو قریبی ساتھی بنانے سے منع فرما دیا اور ایمان والوں کو یہ حکم دے دیا کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اگر وہ حقیقی مومن ہیں۔ اللہ نے فرمایا: (ترجمہ) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے پیش رو اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تفریح کا سامان بنا لیا ہے، انہیں اور دوسرے کافروں کو اپنا دوست اور رفیق نہ بناؤ۔ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو''۔ (المائدہ:57)

(سٹینڈنگ کمیٹی فار اکیڈیمک ریسرچ اینڈ افتونگ فتویٰ: شیخ عبدالعزیز ابن باز، شیخ عبدالرزاق، شیخ عبداللہ ابن غدیان)

اس حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کبھی بھی اکثریت کی تعریف نہیں کی، بلکہ رسول اکرم ﷺ کو تو اکثریت کی پیروی کرنے سے منع فرما دیا گیا (الانعام 116)۔ اس کے برعکس اس مقصد کے حصول کے لیے ﴿ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾ کا اصول دیا ہے۔ چنانچہ سیاست میں حصہ لے کر غلبۂ دین کی کوشش کرنا تو ویسے ہی قرآن کے ان اصولوں کے خلاف ہے۔ بہر حال اس سے قطع نظر کہ آئین میں حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کیا گیا ہے یا نہیں، سیاست میں حصہ لینے والی دینی جماعتیں اور ووٹر اگر اس امر کو صحیح سمجھتے ہیں تو ان کو ذمہ داری کا ثبوت دینا ہے، تا کہ وہ خود بھی بد ترین شرک کے ارتکاب سے بچ سکیں اور دوسروں کی بھی اصلاح کر سکیں۔

آج جب ہم امت مسلمہ پر نظر ڈالتے ہیں تو سیاسی و غیر سیاسی دینی جماعتوں کو بالعموم نظریہ توحید پر سمجھوتا کرتے ہی پاتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ 'حکمت دین' کے تحت آج دین کا کام کرنے والے دانستہ طور پر توحید کے اس ہمہ گیر نظریے کو پیش کرنے سے اجتناب کر رہے ہیں، تا کہ ان کی دعوت پھلتی پھولتی رہے اور حکمران طبقات کی ہمدردیاں بھی انہیں حاصل رہیں؟ یا پھر ان کو بھی اقتدار کا کچھ حصہ مل جائے؟ یا یہ کہ ان پر بھی کہیں بنیاد پرست اور دہشت گرد ہونے کا ٹھپہ نہ لگ جائے؟ یہ چاہے خیر خواہی کے جذبے کے تحت ہی سہی، دانستہ طور پر ہوتا رہا ہو یا نادانستہ طور پر، دین کا کام کرنے والوں کو جلد اپنی اصلاح کرنی ہو گی ورنہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کرنے والے مسلمانوں کی تعداد تو بڑھتی جائے گی، مگر پارلیمنٹ میں رکھے بتوں سے اعلان برات کرنے والے مسلمان ناپید ہو جائیں گے۔ دین کا کام تو بہت تیزی سے پھیلے گا مگر ظلم و جبر کم نہیں ہو سکے گا۔ عبادات کا شغف تو بڑھے گا لیکن بدترین شرک ختم نہیں ہو سکے گا۔ سمجھوتے اور گٹھ جوڑ سے کچھ بچا کھچا اقتدار تو مل جائے گا لیکن دین غالب نہ ہو سکے گا۔ جماعتوں کو بظاہر کامیابی ملے گی مگر اقوام عالم میں عزت اور وقار اور سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا حاصل نہیں ہو سکے گی۔

دینی جماعتوں کو سوچنا چاہیے کہ آیا ان کے نزدیک رب کی رضا زیادہ اہمیت رکھتی ہے یا کہ ان کی جماعتیں۔ اسلامی تحریکوں کے مطالعہ سے یہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جب بھی دین کا کام کرنے والوں کو اپنی جماعتیں ناکام ہوتی اور محنتیں رائیگاں ہوتی نظر آتی ہیں، تو یہی وہ نازک مرحلہ ہوتا ہے جب وہ نظریہ توحید پر لچک دکھانا شروع کر دیتی ہیں یہاں تک کہ وہ اس پر طاغوت سے سمجھوتا کر کے اپنی سابقہ محنت کو ہی ضائع کر دیتی ہیں۔ یہ عموماً تحریکوں میں اس وقت ہوتا ہے جب اولین قیادتیں اپنا وقت پورا کر رہی ہوتی ہیں اور قیادت نئی نسل میں منتقل ہو رہی ہوتی ہے۔ یہی وہ نازک مرحلہ ہوتا ہے جہاں دین کا کام کرنے والوں کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا دین کا کام لینے کے لئے ہماری جماعتوں کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم اپنی جماعتوں کو بچانے کے لئے دعوت توحید میں تحریف کیوں کریں۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ کہیں اس طرح ہم 'ان تازہ خداؤں' میں کسی نئے خدا کا اضافہ تو نہیں کر رہے؟ انبیاء و رسل (علیہم السلام) کی سیرتوں اور سیرت محمدی ﷺ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ چاہے کیسے بھی حالات ہوں، تحریک ناکام ہی کیوں نہ ہو رہی ہو، نظریہ توحید کو ڈنکے کی چوٹ پیش کرنا ہی داعیان حق کی ذمہ داری ہے۔ پھر کیا نوح، ھود، صالح، شعیب، لوط، موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم ؑ کی تحریکیں کامیاب جا رہی تھیں؟ دنیاوی اسباب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ کی تحریک کو ہی لے لیجئے، ہجرت مدینہ سے پہلے اس کا کیا حال تھا؟ کیا کامیابی دور دور تک کہیں نظر آ رہی تھی؟ تیرہ سال کی محنت سے صرف سوا سو لوگ کیا اس قابل تھے کہ وہ دنیاوی اسباب کے ذریعے کامیاب ہو سکتے؟ یہ اسی کا مظہر تھا کہ رسول اکرم ﷺ اپنی قوم سے مایوس ہو کر طائف جاتے ہیں، تو وہاں آپ ؐ کے اوپر کیا بیتی ہے؟ لہولہان ہو جاتے ہیں، ایسی حالت ہوتی ہے کہ دشمنوں کو بھی رحم آ جاتا ہے۔ اللہ سے شکوہ کرتے ہیں:

''اے اللہ! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ یا ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے جو میرے ساتھ تندی سے پیش آئے؟ یا کسی دشمن جس کو تو نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟'' (الرحیق المختوم)

کیا محمد رسول اللہ ﷺ کامیاب ہو گئے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں حضرت محمد ﷺ کامیاب ہو گئے جب انہوں نے اس شکوے کے بعد اپنے رب سے کہا:

''اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ کشادہ ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو گئیں۔ اور جس پر دنیا و آخرت کے معاملات درست ہوئے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے، یا تیرا عتاب مجھ پر وارد ہو۔ تیری ہی رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے۔ اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔'' (الرحیق المختوم)

لیکن یہ کامیابی اس دنیا کی کامیابی نہیں، اللہ کی بارگاہ میں

(باقی صفحہ 4 پر)

امریکا سے خوفزدہ حکمرانوں کے لیے

ٹرومین اور شاہ عبدالعزیز کی تاریخی خط و کتابت

مالیر کوٹلہ بھارت کے دینی جریدے ماہنامہ ''دارالسلام'' نے نومبر 2001ء کے شمارے میں مملکت سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز آل سعود کے نام امریکا کے صدر ہیری ٹرومین کے 10 فروری 1948ء کے تحریر کردہ ایک خط اور ملک عبدالعزیز آل سعود کی طرف سے اُس کے جواب کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ اس سے قارئین بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ افغانستان، کشمیر، فلسطین کے حوالے سے امریکا جو کردار اب ادا کر رہا ہے وہ کسی حادثے کا نتیجہ نہیں بلکہ بہت پہلے سے طے شدہ پالیسی اور پروگرام کا ایک تسلسل ہے۔ اور امریکا بھی جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ ہمارے مسلم حکمران امریکا کے ان عزائم اور پروگراموں سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود ابھی تک زبانی جمع خرچ کے علاوہ کچھ نہیں کر پائے اور انہوں نے عالم اسلام کے وسائل اور دولت امریکا کے قدموں پر ڈھیر کر کے ذاتی، خاندانی اور طبقاتی سطح پر مفادات حاصل کرنے کے سوا عالم اسلام اور ملت اسلامیہ کے مفاد کے لیے کسی مشترکہ منصوبہ بندی اور پیش رفت کی آج تک ضرورت محسوس نہیں کی۔ (ادارہ)

☆☆☆

صدر ٹرومین کی جانب سے شاہ عبدالعزیز کے نام خط

حضور جلالت ملک عبد العزیز آل سعود،

فرماں روائے مملکت سعودی عرب

قابل قدر بادشاہ!

جیسا کہ آپ بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے ملک باہمی طور پر ایسی دیرینہ محبت اور مودت کے تعلقات میں مربوط ہیں جس کی بنیاد عدل و انصاف، آزادی، عالمی سطح پر امن و سلامتی کے قیام کی رغبت اور ساری انسانیت کی بھلائی پر قائم ہے، نیز ہماری باہمی اقتصادی مصلحتوں نے ان تعلقات کو اُس وقت مزید مضبوط اور گہرا بنا دیا جب آپ نے اپنے ملک سعودی عرب میں دریافت کیے جانے والے تیل کے کنووں سے تیل نکالنے کا معاہدہ ہمارے ملک کی کمپنیوں سے کیا۔ اس طرح ہمیں وہاں تیل نکالنے والے وسیع و عریض پلانٹ قائم کرنے کے مواقع دستیاب ہوئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اب ہمارے تعلقات اس قدر مضبوط ہو چکے ہیں کہ دونوں میں سے کسی ایک ملک میں ہونے والے ہر خوشگوار اور ناخوشگوار واقعے کی صدائے بازگشت دوسرے ملک میں سنائی دیتی ہے۔ ویسے بھی ہمارے نزدیک مشرق وسطی میں امن و سلامتی کا قیام نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اس علاقے سے آپ کا ملک دینی، تاریخی اور لسانی بنیادوں پر جڑا ہوا ہے۔ اس علاقے کے تمام ملکوں کو عرب لیگ جیسے ادارے نے باہم مربوط کر رکھا ہے۔ چونکہ عرب لیگ اور ساری عرب قوم کے دلوں میں آپ کے ملک کا ایک اونچا مقام ہے لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ عالمی سلامتی اور ایک ستائی ہوئی مظلوم قوم کے نام پر آپ سے مدد طلب کروں، تاکہ آپ مقدس سرزمین پر اس کے باشندوں، عرب اور یہود کے درمیان برپا خانہ جنگی کو روکنے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر سکیں اور عرب قوم کو اپنے ہم وطن یہودیوں کے ساتھ مصالحت پر آمادہ کر لیں۔ ہٹلر کے دور میں یہودیوں نے جو عذاب جھیلے، کیا وہ ان کے لیے کافی نہیں کہ اب بھی وہ ستائے جاتے ہیں؟ آپ ہرگز نہیں چاہیں گے کہ یہودی اب بھی عذاب و تکلیف میں گرفتار ہیں چہ جائیکہ آپ ان عربوں کا ساتھ دیں جو اقوام متحدہ کی منظور کردہ قرارداد (جو ارضِ مقدس کو دونوں قوموں کے درمیان تقسیم کرنے سے متعلق ہے) کو کھلا چیلنج کر رہے ہیں۔ عربوں کا یہ انداز اقوام متحدہ میں شامل تمام ملکوں کے خلاف جس میں سرفہرست آپ کا ملک آتا ہے، سرکشی اور زیادتی کے مترادف ہے۔

جس بات کا مجھے ڈر ہے، وہ یہ کہ کہیں مختلف ممالک متحدہ طور پر ان بغاوت کرنے والوں کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کرنے پر درست کرنے کے لیے ان پر فوج کشی نہ کر دیں جس سے آپ کی قوم کی ہزاروں جانوں کے تلف ہو جانے کا خدشہ ہے۔ یقیناً یہ امر ہمارے لیے بھی اور آپ کے لیے بھی باعث رنج و تکلیف ہوگا۔ میں اس امر کو بھی آپ سے مخفی رکھنا نہیں چاہتا کہ اگر حالات اسی طرح رہے تو یہ چیز ہمارے خوشگوار تعلقات کو متاثر کر سکتی ہے جس سے ہمارے مشترکہ مفادات بڑے نقصان سے دوچار ہو سکتے ہیں، کیونکہ امریکی قوم مظلوم یہودیوں کے لیے اپنے اندر لطف و کرم کا شدید جذبہ رکھتی ہے۔ ان یہودیوں نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کو جوں کا توں قبول کر لیا ہے جبکہ یہ قراردادیں ان کے تمام مطالب کی تکمیل بھی نہیں کر رہیں، لہٰذا عرب قوم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کریں اور یہودی قوم سے اس معاملے میں پیچھے رہ جائیں۔

جلالۃ الملک! تاریخ آپ کا انتظار کر رہی ہے تاکہ آپ کا نام اس انداز میں رقم کیا جائے کہ شاہ عبدالعزیز وہ بادشاہ ہے جس نے اپنی حکمت و اثر و رسوخ کے ذریعے ارض مقدسہ میں امن و سلامتی کو قائم کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ لہٰذا اپنی قوم کے لوگوں کو عالمی بائیکاٹ کی تکالیف سے بچائیے اور مجبور و مظلوم اسرائیلی قوم کو سکھ کا سانس لینے کا موقع فراہم کیجیے۔

میری جانب سے سلام، نیک تمناؤں اور پیشگی پُرخلوص شکریہ

آپ کا مخلص

ہیری ٹرومین

☆☆☆

ملک عبدالعزیز آل سعود کی جانب سے جواب

شاہی محل، ریاض

10 ربیع الثانی 1367ھ

عزت مآب جناب ہیری ٹرومین، صدر ریاست ہائے متحدہ امریکا۔

معزز صدر!

آپ کا 10 فروری کو تحریر کردہ مکتوب موصول ہوا۔ آپ نے میرے متعلق محبت اور الفت کے جو جملے اپنے

خط میں تحریر کیے ہیں، ان پر میں آپ کا شکر گزار ہوں، مگر اس بات کی صراحت بھی ضروری سمجھتا ہوں (کیونکہ صراحت اور کھری بات کرنا ہمارے آداب میں شامل ہے) کہ جوں جوں میں آپ کے خط کی عبارت سنتا رہا، اسی طرح میری حیرت اور استعجاب میں اضافہ ہوتا رہا کہ آپ نے کس طرح یہودی قوم کے باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش میں مجھ جیسے عربی بادشاہ کے بارے میں یوں بدگمانی کر لی جس کی اسلام اور عرب کے ساتھ وابستگی اور اخلاص کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں، اور آپ نے یہ تصور کر لیا کہ میں اپنی قوم کے حق کے مقابلے میں یہودیوں کے ساتھ ان کے باطل پر تعاون کروں گا۔ ہمارے دلوں میں فلسطین کا ایک مقام ہے۔ اس کی وضاحت میں ایک مثال کے ذریعے کروں گا۔

اگر کوئی ملک آپ کی کسی اسٹیٹ پر قبضہ کر لے اور اس کے دروازے دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والوں کے لیے کھول دے، تاکہ وہ اس کو اپنا ملک بنا کر اس میں مقیم ہو جائیں اور جب امریکی عوام اس جبری قبضے کو ختم کرنے کی غرض سے اُٹھ کھڑے ہوں اور ہم آپ سے دوستی اور سلامتی کے نام پر اس معاملے میں مدد کے خواہاں ہو جائیں اور کہیں کہ امریکی قوم کے نزدیک آپ اپنے مقام اور اثر و رسوخ کو استعمال کر کے امریکی قوم کو غیر ملکیوں کے ساتھ مقابلے سے روکیں، تاکہ یہ اجنبی قوم اپنا ملک قائم کر سکے، اس طرح تاریخ بھی آپ صدر ٹرومین کو اپنے روشن صفحات میں امریکا میں اپنی حکمت اور نفوذ کے ذریعے سے امن قائم کرنے والا کہے، اس وقت آپ کے دل میں ہمارے اس مطالبے کا کیا ردِعمل ہوگا؟

میں اپنے ان مسلمان بھائیوں کے لیے انتہائی محبت اور شفقت کے جذبات رکھتا ہوں جو فلسطین میں صیہونی حملہ آوروں کے خلاف اپنے وطن کا دفاع کرتے ہوئے نذرانہ شہادت پیش کر رہے ہیں کیونکہ ہم عرب لوگ اس کو ایسا شرف سمجھتے ہیں جو ہمارے لیے قابلِ فخر ہے۔ ہم کسی بھی قیمت پر ان فلسطینی بھائیوں کی تائید سے دست بردار نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ صیہونی حملہ آوروں کے خوابوں کو چکنا چور نہ کر دیں۔ جہاں تک آپ نے باہمی اقتصادی مصلحتوں کا ذکر کیا ہے جن سے میرا اور آپ کا ملک جڑا ہوا ہے، تو یاد رکھیے کہ یہ اقتصادی مفادات میرے نزدیک پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

اگر امریکی عیسائیوں اور ان کے دیگر حواریوں کے دینی عقیدے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ یہودیوں کو ان کے ناپاک قدموں کے ذریعے سے مقدس سرزمین کو ناپاک کرنے کی راہ ہموار کر سکتے ہیں تو ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس سرزمین کو یہودیوں سے پاک وصاف کریں

میں ان اقتصادی مفادات کو قربان کر سکتا ہوں مگر مجھے یہ منظور نہیں کہ اس کے بدلے میں فلسطین کی ایک بالشت زمین بھی مجرم یہودیوں کے ہاتھوں فروخت کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ میں تیل کے ان کنوؤں کو بند کر سکتا ہوں۔ تیل کے یہ کنویں اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جو اس نے آج ہم پر جاری فرمائی ہیں، لہٰذا ہم ان کو کبھی عذابِ الٰہی میں تبدیل نہیں کرنا چاہتے۔ میں نے اس سے قبل کئی دفعہ ساری دنیا پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ میں اپنے تمام بیٹوں سمیت فلسطین کے لیے لڑنے مرنے پر تیار ہوں۔ پھر اس کے باوجود میرے لیے تیل کے یہ کنویں میری اپنی جان اور میری اولاد سے بھی کیسے عزیز تر ہو سکتے ہیں؟

قرآن مجید کہ جس پر ہمارا ایمان ہے، جو ہماری زندگی ہے، جس پر ہم اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں، اس کتاب نے تورات اور انجیل کی طرح یہود قوم پر لعنت کی ہے۔ یہی قرآن مجید ہم پر اس امر کو فرض قرار دیتا ہے کہ ہم اپنی جانوں اور مالوں کے ذریعے سے اس مقدس سرزمین کو یہودی دخل اندازی اور تسلط سے روکیں جس میں کوئی اور راستہ نہیں۔ اگر امریکی عیسائیوں اور ان کے دیگر حواریوں کے دینی عقیدے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ یہودیوں کو ان کے ناپاک قدموں کے ذریعے سے مقدس سرزمین کو ناپاک کرنے کی راہ ہموار کر سکتے ہیں تو ہمارے دل بھی آج اس ایمان سے معمور ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس سرزمین کو یہودیوں سے پاک وصاف کریں۔

جس قسم کی الفت و محبت اور جانبدارانہ تعلقات آپ کی حکومت نے یہودیوں سے استوار کیے ہیں اور اس کے مقابلے میں عرب کے ساتھ جس طرح آپ نے اپنی دشمنی کا اظہار کیا ہے، یہی ایک بات کافی ہے کہ ہم آپ کے ساتھ خیر سگالی کے تعلقات کو منقطع کر دیتے، امریکی کمپنیوں کے ساتھ کیے گئے تمام معاہدوں کو منسوخ قرار دے دیتے، لیکن ہم نے اس لیے جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں سمجھا کہ ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ کا ملک فلسطین کے مؤقف پر نظرِ ثانی کرے گا اور واضح باطل کی تائید سے کنارہ کش ہو کر واضح حق کا ساتھ دے گا۔ ہم اس معاملے میں آپ پر کوئی دباؤ ڈالنا نہیں چاہتے، نہ اس کے لیے تجارتی تعلقات کو ذریعہ بنانا چاہتے ہیں، کیونکہ ہم عربی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حق کو بذریعہ حق غالب کیا جائے، نہ کہ ان یہودیوں کی طرح جو رشوت دے کر مختلف ملکوں کو اپنی تائید پر ابھارنے کی کوشش میں ہیں۔ مگر اس کے باوجود جب ہمیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ حق کو کیوں پامال کیا جا رہا ہے تو ہم اس کے تحفظ کے لیے ہر وہ وسیلہ اختیار کریں گے جو اس میں مؤثر ثابت ہوگا۔ خصوصاً عرب لیگ قومیت اور اس کے حقوق کی حفاظت کے لیے جو تجویز بھی منظور کرے گی، ہم اس کی تائید میں ہوں گے۔

یقیناً یہ بات میرے لیے باعثِ مسرت ہے کہ جو امریکی ہمارے ملک میں مقیم ہیں، وہ ہمارے مہمان ہیں۔ جب تک وہ ہماری سرزمین میں ہیں، انہیں ہماری جانب سے کوئی شکایت یا تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ اس بات کا اطمینان رکھیں۔ سب سے زیادہ اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے تو یہی کہ ہمارے ملک میں اُن کے قیام کی مدت کو مختصر کر کے پوری عزت و اکرام کے ساتھ اُن کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے اُنہیں ان کے ملک امریکا واپس بھجوا دیں۔

آخر میں صاحبِ صدر! میں آپ کو یاد دلاتا چلوں کہ جن تجارتی اشیا کی بنیاد پر ہمارے مابین اقتصادی تعلقات قائم ہیں، یہ وہ مال ہے کہ دنیا کی مارکیٹ میں اس کے فروخت کرنے والے بہت کم ہیں لیکن اس کے خریدنے والے بہت زیادہ۔

صاحبِ صدر! میری نیک تمنائیں اور آداب قبول فرمائیں۔

مخلص عبدالعزیز آل سعود
ملک المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

☆☆☆

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

سازشیں اور تضاد: اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

وسیم احمد

اہل مغرب خصوصاً امریکہ دین فطرت اسلام کو سمجھنے میں بہت سے تضادات کا شکار ہے۔ اس ضمن میں سب سے بڑا تضاد یہ ہے کہ وہ اسلام کو بطور مذہب برداشت کرتے ہیں لیکن اسلام بطور سیاسی، معاشی اور سماجی نظام انہیں ہرگز منظور نہیں ہے۔ اسلامی نظام کو خواہ اُسے نظام خلافت کہا جائے، نظام مصطفیٰؐ، اسلامی شریعت یا انقلاب محمدیؐ کا نام دیا جائے، عالم کفر اس بات پر متفق اور یکجان ہے کہ دنیا کے کسی کونے اور کسی ملک میں اس سسٹم کا احیاء نہ ہونے دیا جائے۔ بقول اقبال۔

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبرؐ کہیں!

چنانچہ جو لوگ یا جماعت دین اسلام کو بطور Politico, Socio, Economic System متعارف کراتی یا اُس کے نفاذ کی بات کرتی ہے، اہل مغرب اُس پر اسلامی بنیاد پرستی، انتہا پسندی اور اسلامی دہشت گردی کا لیبل لگا کر اس کے خاتمے یا اس کا اثر زائل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ایسے میں سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اہل مغرب کے ہاں پایا جانے والا یہ تضاد کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے یا اس کے پیچھے کوئی گہری سازش کار فرما ہے؟ اس ناچیز کی رائے میں مغرب کا یہ طرز عمل بہت گہری سازش کا شاخسانہ ہے، کیونکہ نائن الیون کے واقعات سے قبل بھی دنیا میں کئی دہشت گرد گروپ موجود تھے، لیکن کسی بھی ایسے گروپ کو مذہب کے ساتھ نتھی نہیں کیا گیا، مثلاً آئرلینڈ اور انگلینڈ بہت عرصہ تک ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار رہے۔ اس جنگ میں لاتعداد انسانی جانوں کے ضیاع کے باوجود کسی نے اس جنگ کو ''عیسائی دہشت گردی'' یا ''عیسائی انتہا پسندی'' کا نام نہیں دیا۔ سری لنکا کے علاقے تامل ناڈو میں عرصۂ دراز سے تامل ٹائیگرز کے نام سے ایک گروپ سری لنکن فوج سے لڑتا چلا آ رہا ہے۔ حال ہی میں اس گروپ کے سربراہ کو بیوی بچوں سمیت قتل کیا گیا ہے۔ کسی نے اس گروپ کو کبھی بھی ''بدھ ٹیررازم'' کا نام نہیں دیا۔ اسی طرح فلسطین پر اسرائیل عرصۂ دراز سے جارحیت مسلط کیے ہوئے ہے۔ جس کی وجہ سے پوری دنیا کا امن خطرے سے دوچار ہے۔ لیکن کسی کی ہمت نہیں کہ اس کو ''یہودی دہشت گردی'' یا ''یہودی انتہا پسندی'' کا نام دے۔ کشمیر میں بھارتی افواج نہتے کشمیریوں کی نسل کشی کر رہی ہیں۔ لاکھوں انسانی جانوں کی ہلاکت کے باوجود بھی کوئی ادارہ یا دنیا کا کوئی پلیٹ فارم تاریخ انسانی کے اس بدترین ظلم کو ''ہندو انتہا پسندی'' قرار نہیں دیتا۔

دہشت گردی اور انتہا پسندی کو اسلام کے ساتھ نتھی کرنے سے واضح ہے کہ پورے عالم مغرب کی توجہ اس وقت اسلام کو بدنام کرنے پر مرکوز ہے۔ یقیناً اس کے پیچھے بہت منظم اور گہری سازش کار فرما ہے۔ اسلام دشمن قوتیں مسلم ممالک خاص طور پر پاکستان اور ایران کو کسی صورت بھی پھلتا پھولتا اور مستحکم ہوتا نہیں دیکھنا چاہتیں۔ وہ نظام مصطفیٰ ﷺ یا نظام خلافت راشدہ کو اپنے لیے اوّلین خطرہ تصور کرتی ہیں۔ کیونکہ یہی وہ نظام ہے جو ان کے سرمایہ دارانہ سیکولر نظام کو چیلنج کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں ایک ایسا عادلانہ اور منصفانہ نظام رکھتا ہے کہ جس کی ایک جھلک دنیا انقلاب محمدی ﷺ کے ذریعے دورِ فاروقیؓ میں مشاہدہ کر چکی ہے اور احادیث مبارکہ کی پیش گوئیوں کے مطابق ان شاء اللہ وہ نظام قیامت سے قبل دوبارہ اس دنیا میں نافذ العمل ہوگا۔ اسلام دشمن قوتیں اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اسی لیے دنیا میں کہیں بھی اسلام بطور نظام حیات جڑ پکڑنے لگتا ہے تو عالم کفر خصوصاً امریکہ اس کی سرکوبی کے لیے نیٹو کے لشکر کے ساتھ اِس ملک پر چاہے وہ دنیا کا بہت چھوٹا اور غریب ترین ملک افغانستان ہی کیوں نہ ہو، چڑھ دوڑتا ہے۔

قارئین، پوری دنیا میں مسلمانوں کے اپنے ساتھ روا رکھے جانے والے اس امتیازی سلوک، اور ذلت اور رسوائی سے نکلنے کی واحد صورت یہ ہے کہ ہم قرآن کے اصل پیغام کو سمجھیں، جسے پوشیدہ رکھنے کے لیے پوری دنیا زور لگا رہی ہے۔ اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کریں اور اپنی دھرتی پر اِن احکامات کو نافذ کر کے اس دنیا کو اسلام یعنی سلامتی کا گہوارہ بنا دیں۔ یہی اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

ضرورت رشتہ

گورنمنٹ کالج کے سابق پرنسپل کی ایک مطلقہ بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم انٹرمیڈیٹ، رنگ سفید، قد "5-'5، پردہ کی پابند، تہجد گزار کے لیے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ دوسری شادی کے خواہش مند بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔ برائے رابطہ: 0300-7521534

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم اسلام آباد جنوبی میں مدثر رشید امیر مقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے مقامی تنظیم اسلام آباد جنوبی کے مقامی امیر رانا عبدالغفور کی علاقہ سے نقل مکانی کی وجہ سے نئے امیر کے تقرر کے ضمن میں رفقاء کی آراء اور اپنی تجویز ارسال کی۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 14؍جنوری 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب مدثر رشید کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم تیمرگرہ میں چاند ریاض کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ سرحد شمالی نے مقامی تنظیم تیمرگرہ میں تقرر امیر کے لیے اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال کیں۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 14؍جنوری 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب چاند ریاض کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

ترجمہ: محمد فہیم

طالبان پر حقوقِ نسواں کی پامالی کا الزام

حقائق کی میزان میں

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب

"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"

کا قسط وار اُردو ترجمہ

نیویارک ٹائم نے لکھا: ”افغانستان میں خواتین کو گھروں کے اندر مقید رکھا جاتا ہے۔ بنیاد پرست طالبان جن کا افغانستان کے ایک بڑے حصے پر قبضہ ہے، فتوے پر فتویٰ جاری کر رہے ہیں جن کی رو سے عورتوں اور لڑکیوں کو سکول جانے، کام کرنے اور علاج معالجہ کے لیے ہسپتال جانے سے منع کیا جا رہا ہے۔ بین الاقوامی تنظیم اور پرائیویٹ ادارے خواتین کی مدد کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے طالبان کی مرضی حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس سوال کا جواب مشکل ہے کہ طالبان کے ساتھ کس حد تک بھلائی کی جاسکتی ہے۔ حال ہی میں اقوام متحدہ نے طالبان کے ساتھ ایک معاہدہ کر کے سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔“ یہ پروپیگنڈا زمینی حقائق کے برعکس تھا، مگر بڑے منظم انداز سے اُسے پھیلایا جاتا رہا۔

اس پروپیگنڈا کے عروج کے دوران وزارت خارجہ میں طالبان کے ڈپٹی چیف آف پروٹوکول داؤد شاہ نیازی نے ایک انٹرویو میں واضح کیا کہ افغانستان کے تقریباً 70 فیصد علاقے میں طالبان کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہی خواتین کے لیے بنیادی تعلیم کے ذرائع مفقود تھے۔ مزید یہ کہ سکول اور یونیورسٹی گزشتہ پندرہ سالوں کے دوران بسا اوقات بند رہ چکے ہیں، لیکن کسی نے بھی اس کو ایشو نہیں بنایا۔ ہر ایک نے گلاس کے خالی حصے ہی پر نظر رکھی۔ اُنھوں نے صرف طالبان حکومت کو ہدفِ تنقید بنانے کا وطیرہ اپنایا اور بالکل بے جا طور پر یہ امیدیں وابستہ کر رکھیں کہ طالبان راتوں رات اس تمام گند کو صاف کرنے کا معجزہ کر دکھائیں گے جو وقت کی دو سپر پاورز کی برسوں کی کارستانیوں کی وجہ سے جمع ہو چکا ہے۔ دراصل طالبان نے اپنے چند سالہ دورِ اقتدار میں جو کچھ کر کے دکھایا تھا، 2001ء میں افغانستان پر قابض ہونے کے بعد اتنے ہی سالوں کے دوران امریکہ اس کا عشر عشیر بھی نہ کر سکا۔ کرانیکل آف ہائیر ایجوکیشن کے 15 جنوری 1999ء کے شمارہ میں میرین لائیڈ نے طالبان کی مشکلات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: ”یونیورسٹی جو گزشتہ 15 سالوں کے دوران بسا اوقات بند رہی تھی، دوبارہ مارچ 1997ء میں طالبان حکومت نے کھول دی۔“ اس نے یہ بھی نوٹ کیا کہ ”کیمپس جو سول وار کی وجہ سے تباہ ہو چکا تھا اب مفلسی کا شکار ہونے کی وجہ سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا قابل نہ رہا۔“

اس جھوٹے پروپیگنڈے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احمد شاہ مسعود اور ربانی کے شمالی اتحاد نے موقع پا کر اپنے آپ کو زیادہ متحمل اور آزاد خیال قوتوں کے طور پر ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ صورتِ حال کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جنگ کی وجہ سے تباہ حال ملک میں عورت کو جو تحفظ طالبان نے دیا تھا، اسے ان کے بنیادی حقوق سے انکار کی صورت میں پیش کیا گیا۔ اس کے بالکل برعکس احمد شاہ مسعود اور ربانی کے قیام کابل کے دوران جس خوفناک درندگی کے ساتھ عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور ان کو قتل کیا گیا، اس سب کچھ کو یکسر بھلا دیا گیا۔

سرکاری حکام، فیکلٹی ممبرز اور کابل یونیورسٹی کے چانسلر کے ساتھ گفتگو کے دوران یہ معلوم ہوا کہ کسی کو بھی عورتوں کی تعلیم کے حصول یا گھر سے باہر کام کرنے پر اختلاف نہیں تھا، جب تک کہ یہ چیزیں اسلامی اصولوں کے اندر اور غیر مردوں و عورتوں کے اختلاط کا لحاظ رکھتے ہوئے کی جا رہی ہوں۔ کابل یونیورسٹی میں اس وقت کے چانسلر مولوی پیر محمد روحانی نے بتایا کہ خواتین تمام ہسپتالوں میں کام کرتی ہیں اور کابل یونیورسٹی میں میڈیکل کے طلبہ کو پڑھاتی بھی ہیں۔ خواتین کلاسز 1999ء کے موسم سرما میں شروع کی گئیں۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق قندھار، ہرات اور جلال آباد میں خواتین نرسنگ کے سکول کھول دیے گئے ہیں۔ ان سکولوں میں خواتین ڈاکٹرز اور صحت سے متعلق شعبہ جات میں تعلیمی پروگرام شروع کیے جا چکے ہیں۔ یہ بھی بتایا کہ خواتین کے ہسپتالوں میں کابل اور قندھار میں واقع دو ہسپتالوں کی از سرِ نو بحالی ہو چکی ہے۔ اسی طرح افغان امور کے ماہر نیو یارک یونیورسٹی کے پروفیسر برنٹ رابن (Barnett Rubin) نے انکشاف کیا کہ طالبان نے متعدد مراکز ملک کے مختلف حصوں میں کھول دیے ہیں جہاں خواتین کو ڈاکٹری اور صحت کے متعلقہ دیگر شعبہ جات میں تربیت دینے کے پروگرام ترتیب دیے گئے ہیں۔

کابل یونیورسٹی خواتین کے لیے گیارہ فیکلٹیز کھولنے کا منصوبہ بنا رہی تھی، لیکن نیو یارک ٹائمز کی رپورٹ کے برعکس، کوئی ایسا موجود نہیں تھا جو مالی یا عملی طور پر یونیورسٹی کو از سرِ نو تعمیر کے کام میں مدد دے کر خواتین کے لیے علیحدہ سہولیات کا انتظام کرے۔ طالبان حکومت نے کسی بھی ڈونر پر جو خواتین کے لیے کابل یا ملک کے دوسرے حصوں میں سکول کھلوانا چاہتا تھا، کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مسئلہ یہ تھا کہ کوئی بھی ڈونر آگے آنے کے لیے اس وقت تک تیار نہ تھا جب تک اس کام کے ساتھ اپنی اقدار (Values) کو بطور شرط نتھی نہ کرے۔ مثال کے طور پر ڈونرز نے مخلوط طریقہ تعلیم پر مسلسل اصرار جاری رکھا۔ اس شرط کے بغیر کوئی بھی ڈونر از سرِ نو تعمیر کے کام یا تعلیمی سہولیات مہیا کرنے کے کام پر رضامند نہیں ہوا۔ یہ اسی طرح کا ایک کیس ہے، جس کا کہ پہلے ورلڈ فوڈ پروگرام کے روٹی کی تقسیم کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔ مغربی ممالک کے منفی اور غیر مصالحانہ رویہ کی طرح ڈونرز برادری نے طالبان کے حق میں وہی غیر منصفانہ رویہ اور طرزِ عمل اختیار کیے رکھا۔

کسی بھی آزاد قوم کی طرح طالبان بھی فنڈز کو قبول کرنے کے سلسلہ میں اپنی اقدار اور شرائط رکھتے تھے۔ وہ ڈالروں کے ساتھ نتھی شرائط کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی غیر ان مصیبت رسیدہ لوگوں پر امداد کے نام پر اپنی مرضی مسلط کرے۔

کابل یونیورسٹی کے چانسلر کے مطابق حکومت نے این جی اوز اور دوسری پارٹیوں کو جو گھریلو سکولوں (Home based Schools) میں دلچسپی

رکھتی تھیں، اجازت دے رکھی تھی کہ وہ آگے بڑھیں۔ انھوں نے ان کو سرکاری سکولوں کی از سرِ نو تعمیر کی بھی اجازت دی تھی، اس شرط کے ساتھ کہ اس میں مخلوط تعلیم نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ چانسلر نے مصنف (اس کتاب کے مصنف عابد اللہ جان) کو یہ بات بھی بتائی ''ہمارے پاس خواتین کی تعلیم کے مسئلہ کا حل تو ہے لیکن ہمارے پاس اس کا کوئی حل نہیں جو دُنیا ہم سے چاہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے تعلیم حاصل کریں۔ ہم دوسری قوموں کے اندرونی معاملات میں دخیل نہیں ہوتے، پھر وہ کیوں اپنی مرضی اور اقدار ہم پر زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور تو اور اقوامِ متحدہ کا چارٹر بھی کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی قوم کو اس کی مذہبی اور سماجی اقدار کو بدلنے پر مجبور کرے۔'' واحد پابندی جو طالبان عائد کرنا چاہتے تھے، وہ عام پبلک میں مناسب حجاب اور تعلیمی اداروں اور کام کے مراکز میں مرد و زن کی علیحدگی تھی۔ عورتوں کو شاپنگ اور اپنی دوسری ضروریات کے لیے باہر جانے کی مکمل آزادی تھی، صرف شرط یہ تھی کہ وہ پبلک مقامات پر مناسب حجاب کے ساتھ جائیں۔

1996ء کے بعد پہلی دفعہ خواتین کا عالمی دن 8 مارچ 2000ء کو افغانستان میں منایا گیا۔ اس پروگرام میں یونیورسٹی کے سابقہ پروفیسرز، انجینئرز، اساتذہ، ڈاکٹروں، نرسوں اور سکول کے پرنسپلوں نے حصہ لیا۔ اس موقع پر کل 700 خواتین جمع ہوگئیں۔ ریڈیو شریعہ (طالبان کا سرکاری ریڈیو) نے اس فنکشن کو مکمل کوریج دی۔ اس موقع پر ملا محمد عمر مجاہد کے نمائندے نے اپنا خطبہ دیا۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ طالبان لیڈرشپ نے پبلک میں خواتین سے خطاب کیا۔ اس سے افغان خواتین کا یہ تصور قائم ہوا کہ ان کو چار ہی سالوں کے اندر اپنے مسائل پر گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔

واحد مسئلہ یہ تھا کہ خالی ہاتھ طالبان خواتین کو جداگانہ سہولیات مہیا کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے، جہاں یہ خواتین کام کر سکیں اور تعلیم حاصل کر سکیں۔ محکمہ صنعت کے وزیر مولوی عید محمد کے مطابق وہ مدد کی تلاش میں تھے۔ اس نے ان رپورٹروں کو چیلنج کیے رکھا جو خواتین کے تعلیم کے سلسلہ میں جھوٹی رپورٹیں اور من گھڑت کہانیاں گھڑ رہے تھے۔ انھوں نے کہا ''یہ رپورٹرز ایک بھی مثال ایسی پیش کریں جہاں کسی کمیونٹی ڈیویلپمنٹ ڈونرز یا یو این او کی کسی ایجنسی نے کبھی یہ تکلیف گوارا کی ہو کہ وہ آگے بڑھ کر کسی گرلز سکول کی تعمیر یا سٹاف کی تنخواہ دینے میں اعانت کرے اور طالبان نے اُس کے ساتھ تعاون نہ کیا ہو۔ (جاری ہے)

گوشۂ خواتین

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی

نائب ناظمہ صاحبہ کا دورۂ سیالکوٹ

اُمتِ مسلمہ کے نازک حالات بلاشبہ قرآن سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ ہم قرآنِ مجید سے اپنے تعلق کو کیسے مضبوط بنائیں اور احکامِ الٰہی پر کس طرح عمل پیرا ہوں، ان سوالات کے ضمن میں عملی رہنمائی کے لیے تنظیم اسلامی حلقہ خواتین، سیالکوٹ نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی صاحبزادی نائب ناظمہ حلقہ خواتین امۃ المعلی صاحبہ کو مدعو کیا۔

پروگرام کا انعقاد 3 جنوری 2010ء بروز اتوار صبح 11 بجے سیالکوٹ کے ایک معروف تعلیمی ادارہ ''قائد پبلک کالج'' میں ہوا۔ پروگرام میں رفقاء تنظیم کی بیگمات، رفیقاتِ تنظیم، مختلف دینی جماعتوں سے تعلق رکھنے والی نمائندہ خواتین کے ساتھ ساتھ گوجرانوالہ اور نارووال کی رفیقات کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ پروگرام کی تشہیر کے لیے قبل ازیں ساڑھے چار ہزار پمفلٹ شہر بھر میں تقسیم کیے گئے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ تلاوت کے بعد حمد اور نعت پیش کی گئی۔ اس کے بعد نائب ناظمہ صاحبہ کو درسِ قرآن کی دعوت دی گئی۔ اُن کے درس کا موضوع ''توبہ اور رجوع الی القرآن'' تھا۔ نائب ناظمہ صاحبہ نے سورۂ آل عمران کے دسویں رکوع کی روشنی میں بہت موثر اور دلنشیں انداز میں توبہ اور رجوع الی القرآن کی اہمیت واضح کی۔ انہوں نے کہا کہ آج اللہ سے بے وفائی اور مہجوری قرآن کے سبب ہم ذلت و رسوائی سے دوچار ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کے آخری پیغام کو حرزِ جان بنائیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ اگر ہم توبہ کر کے اپنی ذات اور اپنے گھر سے اصلاح کا بالفعل آغاز کر دیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلوصِ دل سے رجوع ہوں تو اللہ کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہو سکتی ہے اور ہمارے سروں پر سے منڈلاتے عذاب کے سائے ٹل سکتے ہیں۔

تنظیم کی نائب ناظمہ صاحبہ کے درس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ پروگرام کے اختتام پر تمام شرکاء کی سبز چائے سے تواضع کی گئی۔ اس پروگرام میں رفیقات تنظیم سمیت تقریباً 200 خواتین نے شرکت کی۔

نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد رفیقاتِ تنظیم کے ساتھ نائب ناظمہ اور حلقہ خواتین کے دفتر (لاہور) کی انچارج مسز شیخ رحیم الدین صاحبہ کی میٹنگ رکھی گئی تھی، جس میں اُنھوں نے حلقہ خواتین سیالکوٹ کے دونوں اُسروں کی رفیقات سے فرداً فرداً تفصیلی تعارف حاصل کیا اور اُن کی انفرادی اور جماعتی زندگی کے حوالے سے سوالوں کے جوابات دیے۔ اس طرح مرکزی نظم سے وابستگی کی مضبوط فضا قائم ہوئی اور اپنے فرائض کی انجام دہی کے جذبے کو تقویت ملی۔ نائب ناظمہ صاحبہ نے ماہانہ رپورٹ باقاعدگی سے پُر کرنے اور تنظیمی جرائد میثاق اور ہفت روزہ ندائے خلافت کو بغور پڑھنے کے بعد باہم تبصرہ کرتے رہنے پر بھی زور دیا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد ساڑھے 3 بجے مہمان خواتین اپنے محرم کے ساتھ لاہور روانہ ہوگئیں۔ امید ہے، اُن کا یہ دورہ سیالکوٹ کی رفیقات اور مقامی خواتین کے لیے صحیح معنوں میں رجوع الی القرآن کی راہِ عمل متعین کرنے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوگا۔ وقت کی اہم ترین اور اولین ضرورت ہے کہ ہماری خواتین اس موضوع پر وقتاً فوقتاً دروس و مجالس کا اہتمام کروائیں، تاکہ اُمتِ مسلمہ کو دجالی سحر سے نکال کر راہِ حق کے پُرنور راستے کا شعور دیا جا سکے۔

(مرتبہ: رفیقہ تنظیم، سیالکوٹ)

☆☆☆

ندیدے کے تعاقب میں نادیدہ قوتیں

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین

ہمارے ''شاہِ مسکان'' صرف صبح کے بھولے ہی نہیں شام کے بھی بھولے ہیں۔ کس قدر معصومیت کے ساتھ اپنے آقاؤں سے ''مارشل پلان'' مانگ رہے ہیں...... بھئی قوم کی اکثریت کیا جانے کہ مارشل پلان کیا ہے۔ وہ تو صرف ''مارشل لاء'' سے واقف ہے لیکن وقت کی ''ذہین ترین مخلوق'' مارشل پلان کی کوڑی بھی اُسی طرح ڈھونڈ کرلے آئی جس طرح ''وصیت'' ملی تھی...... یہ تو وہ مخلوق ہے جو باز جیسی آنکھوں سے چوروں کو بھی دیکھ لیتی ہے، اور یہ کوئی حیرت انگیز امر بھی نہیں، مخصوص فطرت کا عین فطری عمل ہے...... سیدھی سی بات ہے کہ اگر عام انسان چوروں کو دیکھ سکتا تو چوریاں ہوتی ہی کیوں؟ سب ہی چور پکڑے جاتے البتہ جو صرف دیکھنے پر ''اکتفا'' کرتا ہے وہ ہو بہو اُسی شیر کی مانند ہوتا ہے جسے جنگل میں دوسرا شیر گوارا نہیں، یا وہ تلوار جو دوسری کے ساتھ میان میں نہیں رہ سکتی یا وہ سوتن جسے پہلی کا جلاپا مارے ڈالتا ہے یا وہ پہلی جسے جنم جلی سوتن کا وجود ہی برداشت نہیں......

قصہ کچھ یوں ہے کہ جنگِ عظیم (دوم) کے بعد مغربی یورپ کے بیشتر ممالک تعمیرِ نو کی مشکلات سے دوچار ہوگئے۔ ایسے میں امریکی وزیرِ خارجہ جارج مارشل نے 1948ء میں ''مارشل پلان'' متعارف کرایا جس کے مطابق برطانیہ، فرانس، آسٹریا، بیلجیم، مغربی جرمنی، یونان، اٹلی، ہالینڈ، آئس لینڈ، ناروے، پرتگال اور سوئٹزرلینڈ کو 16 بلین امریکی ڈالرز کی امداد دی گئی، تاکہ نازیوں کے حملوں سے تباہ حال یہ ممالک اپنے پیروں پر کھڑے ہوسکیں...... آنجہانی جارج مارشل کے ذہن کے پیچھے وہی ''امریکا'' تھا جو کوئی بھی قدم واردات کی کامیابی کے یقین سے پہلے اٹھاتا ہی نہیں۔ نتیجتاً آج یہ سارے ممالک نہ چاہتے ہوئے بھی جو امریکا چاہتا ہے وہی چاہتے ہیں۔ کبھی اِس کے اتحادی ہیں اور کبھی اِس کی وہ آنکھیں ہیں جو یہ اقوامِ متحدہ پر اُسی وقت نکالتا ہے جب اُس کی مرضی کے خلاف کوئی قرارداد ''غلطی سے'' منظور کرلی جاتی ہے...... جارج مارشل نے اپنے ملک سے اتنی بھاری رقم اِسی لیے دلوائی تھی تاکہ غیر محسوس طور پر اِن تمام ممالک کو اپنا ''غلام'' بنایا جاسکے۔ آج یہ تمام خطے آزادی کے دعوے دار تو ہیں مگر دراصل اِن کی سوچ، نظریہ اور ارادے سب ہی امریکا کی جنبشِ ابرو کے اشاروں کی رہنمائی میں اپنی راہیں متعین کرتے ہیں...... اب بھلا ''بھولے بادشاہ'' کو یہ بات کون سمجھائے بلکہ اُن کی سمجھ ہی میں یہ کیسے آئے کہ جب آپ پہلے ہی سے لیٹے ہوئے ہیں تو پھر آپ پر اتنا پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ احساسِ مروت، برابری، خودمختاری، وقار، عزت، مرتبہ سب ہی کچھ تو بیچ ڈالا ہے...... ہر جذبے کو گروی رکھ کر اور اُن کے تلوے چاٹ کر مورا چھیلا چلا ہے ''مارشل پلان'' کی بھیک مانگنے!! حضور والا! خریدے ہوؤں کے قد نہیں بڑھائے جاتے بلکہ روٹیاں پھینک کر چھینا جھپٹی کے مناظر کے مزے لیے جاتے ہیں جو خریدار پہلے ہی سے لے رہے ہیں......

گدھ کی نسل کی افزائش کرنے والے ہم زندہ مُردوں پر روز ہی تو جھپٹتے ہیں، اِن کے ڈرون کیا گدھ سے کم ہیں؟ اِن ہی کے داناؤں کا قول ہے کہ خوراک، عادات اور رہن سہن سے اقوام پہچانی جاتی ہیں...... اور یہ سؤر کھا کر ننگے سونے والے، جو کہ گِدھوں کی نسل کو بچانے کا ہمدردانہ شوق بھی رکھتے ہیں اور اِس کے لیے دن رات ایک کیے دے رہے ہیں کیا اب بھی پہچانے نہیں جارہے؟ میں نہیں جانتا کہ دنیا کو خون میں نہلانے والے یہ ''خلیفہ مہذب'' نہ جانے کس دن کے لیے امریکا کے مختلف جنگلوں میں گِدھوں کو پال رہے ہیں مگر شاید اِس نتیجے پر پہنچنا کسی کے لیے بھی مشکل نہیں کہ فطرت آئینہ خود ہی ڈھونڈ لیتی ہے...... مُردار خور سے کتنا پیار ہے اِن عراق و افغانستان خوروں کو جن کے منہ کو اب پاکستانی قوم کا لہو بھی لگ چکا ہے اور افسوس کہ اِن ہی ستم گروں سے ہمارے ''پیارے'' مارشل پلان کی التجا کر رہے ہیں...... میں نے یہاں گِدھوں کی نسل کو بچانے کا عمداً ذکر اِسی لیے کیا ہے تاکہ ہمیں اندازہ تو ہو کہ یہ کس سبھاؤ اور خصلت کے مالک ہیں...... ایک وحشی مردار خور پرندے کی نسل کے محافظوں سے ہی یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کبھی تو خون آشام طیاروں کے ذریعے قبائلیوں پر آگ برسائیں اور کبھی غرب الہند میں زلزلے کے ہتھیاروں کے ایسے تجربات کریں جس سے ہیٹی تباہ ہوجائے...... شقاوتِ قلبی کے مریض یہ سنگ دل جب پہلے ہی سے میرے وطن کی گردن میں دانت گاڑے بیٹھے ہیں تو اب مزید پیسے دے کر خون کیوں چوسیں گے؟ جب ہم بن دام ہی بکنے کو تیار ہیں تو وہ قیمت ہی کیوں لگائیں گے؟ خیر چھوڑیے یہ باتیں، ایک سو تیس ارب والے کو بھی نہیں بھائیں گی۔ اُن کے اقوالِ بے مثال نے پہلے ہی کیا کم نیندیں اُڑا رکھی ہیں کہ اب ہم اُنھیں اپنی بھی سمجھانے بیٹھ جائیں...... اُنھیں تو ہر وقت قبرستان، شہادت، موت، انتقام اور سازش کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ اُن کا فلسفہ ہے کہ جمہوریت بہترین انتقام ہے جو پوری قوم سے لیا جارہا ہے...... پہلے فرماتے ہیں، شہادت کے لیے تیار ہوں اور پھر یا تو گھبرا کر یا پھر گڑبڑا کر بیان یوں بدل دیتے ہیں کہ ڈٹا رہوں گا کیونکہ کسی کی روح میری رہنمائی کرتی ہے...... ویسے برا نہ مانیے گا مگر اُس عظیم ہستی کی روح کو تو بخش دیں! جس قسم کی باتیں آپ کر رہے ہیں اگر اُسے بھی روح کی رہنمائی کا نام دے دیا جائے تو بھئی کمال ہے! کریں آپ اور بھرے شہید کی روح، کوڑیوں کے مول زمینیں آپ خریدیں اور رہنمائی روح کی ٹھہرے، وعدے آپ توڑیں اور ادا روح کی کہلائے، قوم کو کہیں کا نہ چھوڑیں اور یہ تعلیم بھی روح ہی سے ملے، جس کو جی چاہے ستارۂ امتیاز اور نشانِ پاکستان دیتے پھریں اِس لیے کہ روح کی خواہش تھی، ہر ڈرون حملے پر بے حسی کی واہ واہ کریں کہ روح ایسا ہی چاہتی ہے...... وہ روح تو

دیس دیس اور ملکوں ملکوں اپنے علم اور تجربے کا خزانہ لیکچرز دے کر لٹاتی تھی اور آپ کی رہنمائی نہ جانے کس کی روح کر رہی ہے کہ بھکاریوں کی طرح دنیا سے بس مانگتے ہی رہتے ہیں...... کبھی ارشاد ہوتا ہے کہ عہدہ لڑ کر حاصل کیا ہے اور کبھی لبوں سے یہ میٹھی پھواری چھوڑتے ہیں کہ مجھے سب اتفاق سے لائے تھے...... ویسے یہ صحیح فرمایا، آپ آئے تو بے شک اتفاق ہی سے ہیں، اتفاق ہی سے وصیت ملی، اتفاق ہی سے نام تجویز ہوا اور اسی اتفاق اتفاق میں پوری قوم کے ساتھ ایک ایسا اتفاقی حادثہ ہو گیا کہ اب یہ گہرا گھاؤ بھرنے کا نام ہی نہیں لے رہا...... خیر! عزت مآب جب امنگ اور ترنگ کے درمیان ہچکولے کھاتے ہیں تو تُنر کو ایک جھٹکا دے کر تُنر میں یہ "تاثیر" نہ جانے کہاں سے لے آتے ہیں کہ نادیدہ قوتیں میرے خلاف سازشیں کر رہی ہیں...... سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ اتنے ندیدے کیوں ہیں کہ نادیدہ تعاقب کریں؟ ہر ایک کے مال پر اپنی رال ہی کیوں ٹپکاتے ہیں کہ نادیدوں کو سازشیں کرنا پڑیں۔ بس کسی کا سامان، مقام اور کاج کام دیکھا نہیں کہ لگیں سرکار کی آنکھیں چمکنے! اس لیے تو دوسرے کی ہر چیز اپنی لگنے لگتی ہے۔ بے چارہ ڈر کے مارے خوشی سے دے ڈالے تو کچھ گزر اوقات کے لیے آپ عنایت کر بھی دیتے ہیں ورنہ تو جو کھل کر کھانے میں مزا ہے وہ آپ سے بہتر اور کون جان سکتا ہے...... ویسے کسی کو ہو یا نہ ہو مجھے آپ کی اس بات پر کامل یقین ہے کہ آپ بجلی، پٹرول اور گیس سستا کر کے دکھائیں گے۔ لیکن صرف دکھائیں گے کیونکہ وعدہ دکھانے کا ہے پہنچانے کا نہیں...... میرا ایمان ہے کہ آپ ہی غریبوں کو روٹی کپڑا اور مکان بھی دیں گے کیونکہ جب تک آپ کا سایۂ اقتدار سلامت ہے، غریب اسی کے لیے ترسیں گے...... یہ بھی درست کہتے ہیں کہ تین سال بعد پانی، بجلی اور روزگار کا کوئی مسئلہ ہی نہیں رہے گا، ظاہر ہے کہ ڈرون حملوں کے بعد جب کوئی بشر ہی نہیں رہے گا تو مسئلہ ہی کہاں رہے گا، یہ بھی بجا فرمایا کہ ملکی ترقی کے لیے دن رات ایک کر دیں گے، بس ذرا زبان پھسل گئی تھی، سننے اور پڑھنے والے "ملکی" کی جگہ "اپنی" لکھیں اور پڑھیں...... میری ماہیے اور یہ مارشل پلان کا چکر چھوڑ کے صرف اس پر غور کریں کہ ہر شخص آپ ہی کے سامنے اپنا کچرا ڈال کر کیوں چلا جاتا ہے؟

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

دورِ حاضر میں ایک

اسلامی ریاست

کے — خدوخال — اور — قیام کا طریق کار

مملکت خداداد پاکستان میں

بے حیائی کے سیلاب اور سیکولرازم کی روشن خیالی کے اندھیرے کے ماحول میں عدلیہ کی بالادستی کی خاطر دھونس اور آمریت کے خلاف وکلاء کی بے نظیر تحریک نے تحریک پاکستان کی یاد تازہ کر دی ہے

اب 1940ء، 1947ء کے بے مثال جذبے، دو قومی نظریے اور پاکستان کا مطلب کیا؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی سوچ کو نئی زندگی دینے کے لیے بھی قوم کی نگاہیں اسی طبقہ وکلاء پر مرکوز ہیں اس جذبے کی آبیاری اور گوہر ہائے نایاب کی حوصلہ افزائی کے لیے اسی موضوع پر

کل پاکستان وکلاء برادری کے مابین

کتاب نویسی کا مقابلہ

اوّل دوم سوم آنے والی کتب پر گراں قدر انعامات دیے جائیں گے

30 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر تفصیلات حاصل کریں

انجینئر مختار حسین فاروقی

صدر انجمن خدام القرآن جھنگ ○ مدیر حکمت بالغہ جھنگ

قرآن اکیڈمی

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

047-7628561-7628361

دعائے مغفرت

- تونسہ شریف کے ملتزم رفیق رضا گجر کے ماموں وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے رفیق جشید الرحمٰن کی خالہ انتقال کر گئیں
- وہاڑی تنظیم کے رفیق محمد حسن انجم کے سسر فوت ہو گئے
- تنظیم اسلامی سمن آباد لاہور کے ملتزم رفیق تنویر حسین کی بھابھی وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی لاہور کے معتمد فاروق اعظم وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (نارتھ ناظم آباد 2) کے رفیق روفی جلیس رحلت فرما گئے
- قرآن اکیڈمی (لاہور) ہاسٹل کے میس انچارج الطاف حسین گزشتہ دنوں انتقال کر گئے

قارئین اور رفقاء و احباب سے مرحومین و مرحومات کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مسجد دارالسلام باغ جناح میں بانی تنظیم اسلامی کا خصوصی خطاب

امیر حلقہ لاہور محمد جہانگیر کی تجویز پر بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے 25 دسمبر 2009ء کا خطبہ جمعہ مسجد دارالسلام باغ جناح میں ارشاد فرمایا۔ قبل ازیں حلقہ لاہور کے رفقاء نے اس پروگرام کی تشہیر کے لئے 10,000 ہینڈ بل اجتماعات جمعہ میں تقسیم کرنے کے علاوہ 500 دعوتی کارڈز خصوصی طور پر احباب میں تقسیم کئے۔ مزید براں تین روزنامہ جنگ، نوائے وقت اور اسلام میں اس پروگرام کا اشتہار بھی شائع کرایا گیا۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خطاب کا عنوان ”آنحضور ﷺ کی پیش گوئیاں اور آخری صلیبی جنگ“ تھا۔ 25 دسمبر کو عام تعطیل تھی اور باغ جناح کے گردونواح میں مارکیٹیں بھی بند تھیں، اس کے باوجود رفقاء و احباب کی کثیر تعداد نے اجتماع جمعہ میں شرکت کی۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے بھرپور اور طویل خطاب کیا۔ انہوں نے حدیث نبوی ﷺ کے حوالے سے بتایا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں میں مال کی بہت فراوانی ہوگی اور کسی سائل کو 100 دینار بھی دیئے جائیں گے تو وہ اُس کو حقیر جانے گا۔ انہوں نے کہا کہ احادیث نبوی اور عیسائی لٹریچر میں جس بڑی جنگ کی پیشگوئیاں کی گئی ہیں، اس کی تیاریاں یہودی، امریکی اور عیسائی بھرپور انداز میں کر رہے ہیں۔ اسی جنگ کو آرمیگاڈان کہا گیا ہے اور یہ مشرق وسطیٰ میں ہوگی۔ یہ پہلی صلیبی جنگوں سے زیادہ خوں ریز ہو گی۔ اُنہوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ حکومت وقت اور میڈیا کے جھوٹے پروپیگنڈے نے پاکستانی عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی ہے کہ امریکہ کی طالبان کے خلاف جاری جنگ اب ہماری جنگ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دہشت گردی کی آڑ میں ہمارے دشمن امریکی ایجنٹس، را اور موساد ہمارے ملک میں کارروائیاں کر رہے ہیں۔ پاکستان میں جاری دہشت گردی کی لہر کو فوری طور پر ختم کرنے کے لئے امریکہ کی اس جنگ سے علیحدگی کا اعلان کیا جائے اور سوات میں تحریک نفاذ شریعت کے مطالبے کے مطابق شرعی عدالتی نظام کے نفاذ کے ساتھ ساتھ پاکستان کے آئین میں نفاذِ اسلام کے راستے میں حائل چور دروازوں کو بند کرنے کے لئے آئین میں ترمیم کی جائے تاکہ نفاذ اسلام کی راہ ہموار ہو سکے۔ (مرتب: محمد یونس)

تنظیم اسلامی ڈیفنس حلقہ کراچی جنوبی کے تحت ایک روزہ نقباء تربیتی اجتماع

6 دسمبر 2009ء کو تنظیم اسلامی ڈیفنس کراچی کے تحت ایک روزہ نقباء تربیت گاہ منعقد کی گئی۔ اس پروگرام کا اہتمام مقامی تنظیم ڈیفنس کے ناظم تربیت جناب سرفراز احمد خان نے کیا۔ یہ پروگرام صبح سات بجے تلاوت قرآن حکیم سے شروع ہوا۔ بعدازاں مقامی امیر تنظیم شاہد حفیظ چودھری نے تربیت گاہ کی اہمیت و ضرورت کو واضح کیا۔ سرفراز احمد خان نے ”امیر و مامور کا باہمی تعلق“ کے موضوع پر مذاکرے کے انداز میں لیکچر دیا۔ رپورٹ کیسے مرتب کی جائے، اس بارے میں نقباء کو ضروری ہدایات انصار احمد نے دیں۔ اس کے بعد ناشتے کا وقفہ کیا گیا۔ وقفے کے بعد امیر تنظیم اسلامی کورنگی انجینئر نعمان اختر نے تنظیم کی قرارداد تاسیس کا مطالعہ کرایا۔ آخر میں حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے ”نظام اُسرہ اور اس کے مسائل، مشکلات اور ان کا حل“ کے موضوع پر بڑی عمدگی کے ساتھ بات کی۔ اس لیکچر سے نقباء کے بہت سارے مسائل کا حل سامنے آیا۔ اس تربیت گاہ میں ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی جناب اظہر بختیار خلجی نے بھی شرکت کی جو کراچی کے دورے پر آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سالانہ اجتماع کی منسوخی کی روداد بھی بیان کی، جس سے رفقاء میں انفاق وقت کے جذبہ کو مہمیز ملی۔ نماز ظہر پر تربیت گاہ کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ شاہد حفیظ چودھری، سرفراز احمد خان اور باقی تمام رفقاء کی اِن کوششوں کو قبول فرمائے اور انہیں دین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی ڈیفنس حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی ڈیفنس کراچی (حلقہ کراچی جنوبی) کے تحت ایک روزہ دعوتی پروگرام کا انعقاد 13 دسمبر 2009ء کو ہوا۔ یہ پروگرام اختر کالونی نزد ڈیفنس فیز 1 میں واقع ایک اسکول میں منعقد کیا گیا۔ اِس پروگرام کے ناظم محمد عابد خان تھے جو مقامی تنظیم کے ساتھ ساتھ حلقہ کراچی جنوبی کے بھی ناظم دعوت ہیں۔ دِن اڑھائی بجے تمام رفقاء مقامی امیر تنظیم شاہد حفیظ چودھری کے گھر پر جمع ہوئے، جہاں پر انہیں تین گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر گروپ میں نو نو رُفقاء تھے۔ اِن گروپوں کو مختلف علاقوں میں گشت کے لئے روانہ کیا گیا۔ تین بجے سے ساڑھے چار بجے تک تمام گروپوں نے گشت کیا۔ اِس دوران کچھ رُفقاء نے بازار میں ہینڈ بلز بھی تقسیم کیے اور احباب سے ملاقات بھی کی۔ مساجد کے سامنے اور بازار کے مختلف حصوں میں کارنر میٹنگز کا بھی اہتمام کیا گیا، جس سے ایک ہماری دعوت عوام الناس کے ایک بڑے حلقے تک پہنچی۔

عصر کی نماز کے بعد تمام رفقاء اسکول میں جمع ہوئے جہاں پر امیر تنظیم اسلامی کورنگی انجینئر نعمان اختر نے ”توبہ“ کے موضوع پر رُفقاء و احباب سے خطاب کیا۔ اُنہوں نے توبہ کی اہمیت و افادیت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بڑے اچھے انداز میں بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں توبہ اوامر و نواہی کے اعتبار سے کرنی ہے یعنی وہ کام جن کے کرنے کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا ہے مگر ہم کر نہیں رہے اور وہ کام جن سے روکا گیا ہے مگر ہم کر رہے ہیں، اِن دونوں حوالے سے ہم نے توبہ کرنی ہے۔ پھر یہ کہ توبہ سچی توبہ ہو۔ سچی توبہ کی چند شرائط ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے گزشتہ گناہوں پر شرمندگی ہو، آدمی گناہ کو ترک کر دے، آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرے۔ ناظم مکتبہ عدیل حسن جعفری نے سٹال لگایا، جس سے احباب نے استفادہ کیا۔ نمازِ مغرب پر اس دعوتی پروگرام کا اختتام ہوا۔ اِس پروگرام میں تقریباً 25 احباب اور 30 رفقاء نے شرکت کی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انجینئر شاہد حفیظ چودھری، محمد عابد خان، انجینئر نعمان اختر، عدیل حسن جعفری اور تمام رُفقاء کی اِن کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

(رپورٹ: انصار الیاس)

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

23 اور 24 دسمبر کی درمیانی شب الحمد ﷲ لائبریری سیالکوٹ میں شب بیداری کا انعقاد ہوا۔ تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی اور شمالی دونوں تنظیم کا یہ مشترکہ پروگرام تھا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب عدنان مغل نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ نعت کی سعادت محمد آصف نے حاصل کی۔ امیر تنظیم سیالکوٹ جنوبی عبدالقدیر بٹ نے سورۃ العنکبوت کی چند آیات کی روشنی میں ابتلاء و آزمائش پر درس دیا۔ عبدالواحد نے ”اجتماعیت کی اساس اور اہمیت“ پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ جب ایک کاروبار چھوٹا ہوتا ہے تو اسے ایک شخص بھی سنبھال لیتا ہے، لیکن جوں جوں کاروبار بڑھتا جاتا ہے، اس کے لئے مزید اشخاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر آدمی مختلف یونینز اور ایسوسی ایشنز کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ اس مثال سے واضح ہے کہ اس دنیا میں اگر ٹھیک ڈھنگ سے زندگی گزارنا ہے تو ہمیں اجتماعیت کو

اختیار کرنا ہوگا۔ تن تنہا یہاں ترقی ناممکن ہے۔ اسی طرح ہمارا دین بھی ہمیں بتاتا ہے کہ اجتماعیت کو اختیار کیا جائے۔ رسول خداؐ نے تعلیم دی ہے کہ جب سفر کرو تو ایک شخص کو امیر مقرر کرلو۔ اسی طرح ہماری پنج وقتہ نمازوں کا نظام، عیدین اور جمعۃ المبارک کے اجتماعات یہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کی زندگی اجتماعیت کے دائرے میں گھومتی ہے۔

نماز عشاء کے بعد فیصل وحید نے ''موت: ایک اٹل حقیقت'' کے موضوع پر گفتگو کی۔

اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی سیالکوٹ شمالی جنید نذیر نے چند اعلانات کیے، اور انفرادی دعوت کی طرف توجہ دلائی۔ شمائل صاحب نے منفرد انداز میں ''راہِ نجات'' پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایک شخص ایک ٹیکسٹائل مل کا مالک ہو، اسے بتایا جائے کہ اس طرح سے آپ اپنے کام میں بہتری لا سکتے ہیں یا آپ کے کام میں یہ مسئلہ ہے اور یہ ایسے ٹھیک ہو سکتا ہے اور آپ نقصان سے بچ سکتے ہیں تو وہ نہ صرف یہ بات غور سے سنے گا بلکہ اُس پر عمل کی بھی بھرپور کوشش کرے گا، تاکہ خسارے سے بچ جائے۔ اسی طرح اللہ نے ہمیں بتایا ہے کہ تمام انسان خسارے میں ہیں۔ اگر خسارے سے بچنا ہے تو فلاں فلاں کام کرو، مگر افسوس کہ ہم اس کے کلام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ عادل قریشی نے نماز باجماعت اور امیر و مامورین کے تعلق کو موضوع گفتگو بنایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور ہمیں اس کے حکم کو بجالانا ہے۔ یہ اطاعت کی مشق ہے، تاکہ یاد رہے کہ ہمارا مقصد تخلیق کیا ہے۔ اسی طرح ہم نماز کے ذریعے ہر وقت پاک صاف رہتے ہیں، اللہ کا ذکر کرتے اور قوانین الٰہیہ سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر ہم اجتماعیت کی مشق کرتے ہیں کہ ایک آواز (اذان) پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نماز باجماعت میں امام کی پیروی ہمارے اندر امیر کی اطاعت کا جذبہ بیدار کرتی ہے۔ باجماعت نماز سے اطاعت امیر، بلانے پر حاضری، احکامات کی پابندی، مقصد سے آگاہی، یہ سب چیزیں ہمارے مزاج میں خود بخود پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد کھانے کا اہتمام تھا۔ بعد ازاں راقم نے راہِ حق میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم جدوجہد پر بات کی۔ حاضرین کو بتایا گیا کہ نواسہ رسولؐ نے دین اسلام کی خاطر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی قربانی دی۔ آج ہم لوگ ان کی یاد میں سوگ مناتے ہیں، محفلیں منعقد کرتے ہیں، تقریریں کرتے ہیں مگر افسوس کہ جس مقصد کے لیے انہوں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، وہ مقصد ہم فراموش کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت حسینؓ کے مقصد شہادت کو زندہ کیا جائے۔ اس کے بعد عدنان احمد مغل نے واقعہ کربلا بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ شہادت حسینؓ کا اصل سبق یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے دین کی خاطر اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہ کریں اور جہاں بھی دین کے راستے میں رکاوٹ ڈالی جائے، وہ اپنے مال و جان سے اس کے خلاف علم جہاد بلند کریں۔ آخر میں محمد شریف نے ''اسرار خودی'' کے کچھ اشعار کی تشریح کی۔ اس کے ساتھ ہی یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ: اعجاز عنصر)

حلقہ سرحد جنوبی کا سہ ماہی پروگرام

2 جنوری 2010ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر حلقہ سرحد جنوبی کا سہ ماہی پروگرام پشاور میں سعد اللہ جان کالونی کی جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی پشاور خورشید انجم نے ابتدائی کلمات کہے۔ انہوں نے بتایا کہ اجتماعات میں ذہنی، قلبی حاضری اور عمل کے ارادے کے ساتھ شریک ہونا چاہیے، تاکہ ہمارا وقت قیمتی ہو جائے۔ اس کے بعد رفقاء و احباب کا آپس میں تعارف کروایا گیا۔ نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے ''دعوت دین کیوں؟'' کے موضوع پر خطاب کیا، انہوں نے ترتیب وار بتایا کہ دین کی دعوت اس لیے ضروری ہے کہ یہ ختم نبوت کا تقاضا ہے۔ پہلے یہ کام انبیاءؑ کیا کرتے تھے، اب یہ ذمہ اُمت کے کندھوں پر ہے۔ یہ انسان کی غیرت کا بھی تقاضا ہے کہ جو چیز انسان خود اپنے لیے پسند کرتا ہے، وہ دوسروں کے لیے بھی پسند کرے۔ دین کی دعوت دینا فطرت کا تقاضا ہے۔ جہاں آگ لگی ہو اس کے اردگرد گرمی پھیلے گی اور جہاں برف رکھی ہوگی وہاں ٹھنڈک پھیلے گی۔ اگر دین پر عمل حقیقت میں ہوگا تو اس کا لازمی نتیجہ دعوت ہی نکلے گا۔ یہ انسان کی ہمدردی کا بھی تقاضا ہے۔ کوئی شخص آگ میں جلنے والا ہو تو اُس کو بچانے کی کوشش کی جائے گی اور جس میں جتنی ہمدردی ہوگی، وہ اُتنا ہی کسی کو بچانے کی کوشش کرے گا۔ سورۃ الاعراف میں بنی اسرائیل کے واقعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دعوت دینا اللہ کی جناب میں معذرت پیش کرنا ہے۔ اسی طرح اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کے لیے بھی دعوت دینا ضروری ہے۔ اگر معاشرہ لادینیت کی روش پر قائم ہے تو اس کے سیلاب سے بچنے کا ذریعہ دین کی دعوت اور لادینیت کو ختم کرنے کی کوشش بھی ہے۔ اس کے بعد محمد سجاد خان نے درسِ حدیث دیا، جس کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ بعد ازاں خورشید انجم نے ''فکر آخرت'' کے موضوع پر بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ بنیادی طور پر ایمانیات تین ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، رسولوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان۔ آخرت پر ایمان کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ اس کے نتیجے میں عمل درست رہتا ہے۔ اگر انسان کو یہ بات یاد ہو کہ میرے ہر عمل کو اللہ دیکھ رہا ہے اور اس کے بارے میں آخرت میں حساب کتاب ہوگا تو وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھے گا اور اگر آخرت پر یقین کمزور ہو یا بالکل نہ ہو تو جو انسان کے جی میں آئے، کرے گا اور نتیجتاً اُسے آخرت میں تباہی اور بربادی کا سامنا کرے گا۔ قاضی فضل حکیم نے ''دعوت دین میں حائل رکاوٹیں اور اُن کا حل'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ اس کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔

اگلی صبح نماز فجر کے بعد عبدالناصر صافی نے سورۃ الانشقاق کا درس دیا، جس میں آخرت، اعمالنامہ کا دائیں ہاتھ میں ملنا اور جنت و جہنم کا تذکرہ تھا۔ ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے ''ابتلا کی حکمت'' کے موضوع پر بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آزمائش دو طرح سے کرتا ہے۔ کسی کو نعمت دے کر آزماتا ہے اور کسی کو مصیبت میں مبتلا کر کے آزماتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مصیبت والی آزمائش سے نعمت کی آزمائش زیادہ سخت ہوتی ہے کیونکہ مصیبت میں انسان محتاج ہوتا ہے اور اُسے اللہ سے مدد مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے اللہ اور انسان کا تعلق بنتا ہے جبکہ نعمتوں اور آسائشوں میں انسان کو کسی چیز کی محتاجی نہیں ہوتی، لہٰذا اللہ سے مانگنے کی نوبت نہیں آتی اور اس طرح اللہ اور انسان کے درمیان فاصلہ بڑھتا ہے اور انسان اللہ سے غافل ہو جاتا ہے، اور یہ چیز اُس کی ناکامی اور تباہی کا موجب بنتی ہے۔ اس کے بعد امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب کا سالانہ اجتماع کی منسوخی کے حوالے سے بیان آڈیو کیسٹ کے ذریعے سنا گیا۔ بعد ازاں امیر تنظیم اسلامی پشاور غربی محترم محمد سعید نے تنظیم اسلامی کے تینوں جرائد کا تعارف کرایا اور اُن کی افادیت کے بارے میں رفقاء و احباب کو آگاہ کیا۔ چائے کے وقفے کے بعد نائب ناظم اعلیٰ جناب خالد محمود عباسی نے ''موجودہ حالات میں درپیش چیلنج اور ہماری ذمہ داری'' کے موضوع پر مفصل گفتگو کی۔ بعد میں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ آخر میں انہوں نے ذمہ داران کے ساتھ الگ ایک نشست کی۔ ظہر کی نماز سے پہلے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس اجتماع میں 26 رفقاء اور 14 احباب نے شرکت کی۔

(مرتب: جاں نثار اختر)

violated as a result of US pressure or drone attacks. As the attacks continued, there emerged a group calling itself Tehrik-e Taliban Pakistan (TTP). Suicide bombings increased in Pakistani cities mainly in the North West Frontier Province (NWFP). The Pakistan army continued attacking its own people while the Americans intensified their demands that Islamabad must "do more".

Lal Masjid attack: July 2007

As if the war in Waziristan that had already spread to other areas of the NWFP and the adjoining tribal areas was not bad enough, Musharraf perpetrated another outrage by attacking the Lal Masjid-madrassa compound in Islamabad in July 2007. Run by two imams, with long ties to the government and several ministers, they became embroiled in a dispute over growing immorality in the capital, especially prostitution. Girl students from the madrassa took it upon themselves to clean up the filth because the government had refused to do so. The girls' action was taken as a great affront by the regime as well as the secular elite. How could government-paid imams demand an end to prostitution when the ruling elites regularly patronize their dens? Several weeks of negotiations between the clerics and government emissaries fell apart because Musharraf did not want a peaceful resolution. He insisted on a military showdown to establish the "government's writ" and to prove he was in charge. The Americans also demanded crushing the militants.

On July 11, 2007, Musharraf ordered his commandos to attack the Lal Masjid. In the weeklong attack, more than 1,400 students, most of them girls, were brutally murdered. Phosphorous bombs were used to burn people to death. The overwhelming majority of girls belonged to Swat; they were from poor families and had found the madrassa-masjid complex a useful place to educate their daughters and to provide them a roof, being too poor even to feed them (madrassas in Pakistan do not charged fees; Muslim philanthropists often contribute toward such expenses as part of their Islamic duty).

The Lal Masjid attack sent a shockwave throughout the country, particularly in Swat. While the secular elites, including Benazir Bhutto, then still "languishing" in her luxury apartment in London or commuting to her palaces in Dubai, applauded the commando raid and the killing of hundreds of innocent girls, ordinary Pakistanis were horrified. The Americans, too, applauded the killings. The result was catastrophic for Pakistan.

Bombings and suicide attacks immediately escalated. If one can establish a turning point in Pakistan's tortuous history, the Lal Masjid saga must stand out as the one that pushed the country over the brink. Battle lines became so clearly drawn that only the blind could fail to see. The ruling elites have never cared for ordinary people or their children but hitherto it was reflected in lack of services. Now the elites had embarked on a killing spree. The reaction was swift and strong. There has been no turning back since. Soon Musharraf was engulfed in a political crisis that forced him out of office following a British-American brokered deal that facilitated Bhutto's return to Pakistan. Corruption cases against Bhutto, her even more corrupt husband Asif Zardari, and thousands of other thieves and criminals, totaling 8041 people, were withdrawn under what came to be called the National Reconciliation Ordinance (NRO). Critics dubbed it the National Robbers' Ordinance.

(to be continued)

ندائے خلافت، میثاق اور حکمت قرآن
کے انٹرنیٹ ایڈیشن تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org
پر ملاحظہ کیجئے

Zafar Bangash

US PUSHING PAKISTAN INTO THE ABYSS OF OBLIVION-II

Blackwater mercenaries are only one, even if the major problem facing Pakistan. There are other factors as well behind the escalating mayhem that is rapidly spinning out of control. The root of the problem is the US invasion and occupation of Afghanistan that has now spilled over into Pakistan. As a consequence of the US-NATO war and brutality in Afghanistan and the incessant drone attacks, there is great resentment in Pakistan toward the US. With fighting concentrated primarily in the south and southeast of Afghanistan where the Pashtuns reside, mass killings there have aroused much anger among the Pashtuns on the Pakistan side of the border as well.

It was bad enough when the US-NATO forces launched their aerial assault with B-1 bombers in October 2001 killing thousands of people in Afghanistan; the bombing of wedding parties and defenseless villagers in their mud huts in subsequent years has intensified hatred of the US. This has been heightened by the Pakistan military launching operations against its own people in the tribal areas of North and South Waziristan, Swat, Bajaur and now in Orakzai Agency. This ongoing painful chapter has contributed greatly to escalating tensions in Pakistan where none existed before, leading to the phenomenon of suicide bombings.

We need to consider the timeline of several events.

Military attacks in North and South Waziristan

Under pressure from the US, the former Pakistani dictator, General Pervez Musharraf ordered military operations against the people of South Waziristan in early 2004. The excuse advanced was that Pakistan had to "flush out" foreign fighters, mainly Uzbeks and Arabs. After several weeks of fighting that left hundreds of villagers dead and thousands as refugees, an agreement was reached with Naik Muhammad, the young charismatic tribal leader in the region. As a gesture of goodwill during a ceremony on April 24, 2004, the tribesmen surrendered their pistols and handed a copy of the Quran to the Pakistani General.

The agreement horrified Washington; it did not want peace in the area. On May 21, 2004, Musharraf presided over a high-powered meeting in Islamabad and ordered resumption of attacks. While the Corps Commander Peshawar, in charge of military operations in Waziristan, opposed such attacks and warned against breaking the agreement because it would have serious repercussions for the future, Musharraf was adamant. He insisted on attacking the tribesmen because Washington demanded it. The military relaunched its operations in early June. The US also joined with drone attacks and killed Naik Muhammad with whom the Pakistani military had, only a few weeks earlier, signed a widely publicized peace deal. The people of Waziristan were incensed by such betrayal. In order to protect the US, Musharraf claimed the Pakistan army had carried out the attack that killed Naik Muhammad. More than 15,000 people attended his funeral prayer in defiance of threats that the funeral procession would be bombed.

Between 2004 and 2006, Waziristan --- both North and South --- became a war zone. The US continued drone attacks killing civilians, mostly women and children. Several ceasefires were agreed upon only to be